

السُّلَالَةُ لِحُكْمِ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ وَالْحَلَالَةِ

معروف بہ

تین طلاق اور حلالہ

قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں

مِفْتَی رِضَاءِ الْحَقِّ اشْرِفِی

﴿ناشر﴾

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی ملحقہ السید محمود اشرف دارالتحقیق والتصنیف
جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف، امبیڈ کرنگر (یوپی)



جملہ حقوق بحق ماثر محفوظ ہیں

نام کتاب : السُّلَالَةُ لِحُكْمِ التَّطَلُّقَاتِ الثَّلَاثِ وَالْحَالَةِ مَعْرُوفٌ بِتَيْنِ طَسْلَاقٍ اَوْ حَسَالَةٍ
 نام مصنف : مُفِيتِي رِضْوَانِ الْحَقِّ أَشْرِفِي
 کمپوزنگ : مولوی غلام سلیم (فاضل دوم)
 پروف ریڈنگ : مولانا حافظ محمد ہارون صاحب اتاڈ جامع اشرف
 ڈیزائننگ : مولانا محمد جابر حسین مصباحی اتاڈ جامع اشرف
 اشاعت باراول : محرم الحرام ۱۴۳۸ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء

تعداد: 1000

صفحات: 96

قیمت: 80



☆ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھ مقدسہ - 8423443475

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر جوگیشوری ممبئی - 9987517752

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ ناسک سیٹی - 9623766618

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ مالگاؤں - 9890345463

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ پونے - 09890986728

☆ مکتبہ فیضان اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھ مقدسہ - 9451619386

☆ الاشرف اکیڈمی دہلی - 9891105516

☆ الاشرف اکیڈمی راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ - 8869998234



عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی (ARC) ملحقہ السید محمود اشرف دارالتحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھا شریف کے شعبہ نشر و اشاعت کے زیر اہتمام اہل سنت و جماعت کے عقائد و مسائل پر مختلف زبانوں میں مدلل و محقق کتابوں کی تصنیف و تالیف اور اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ زیر نظر کتاب ”تین طلاق اور حلالہ۔ قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں“ سینٹر کے سلسلہ اشاعت کی گیارہویں کڑی ہے۔

الحمد للہ سینٹر اپنے قیام کے روزِ اول ہی سے بڑی تیزی کے ساتھ دینی علمی، اصلاحی و فلاحی خدمات انجام دے رہا ہے اور روز بروز اس کی خدمات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ سینٹر کے بانی اور روح رواں حضرت قائد ملت پیر طریقت مولانا الحاج الشاہ السید محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھا شریف و سرپست اعلیٰ جامع اشرف، اپنی مصروفیات کے باوجود سینٹر کی ترقی اور عروج کے لئے اپنی توجہ اور قیمتی وقت صرف کرتے ہیں۔ سینٹر کی جملہ خدمات حضرت ہی کی محکم سرپرستی میں جاری و ساری ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت قائد ملت کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے اور آپ کی قیادت و سرپرستی میں سینٹر روز بروز ترقی کی منزلوں کو طے کرتا رہے۔ آمین

سینٹر ممنون و مشکور ہے اپنے ان تمام معاونین و مخلصین کا جو کسی بھی طرح سے سینٹر کی خدمات کی ترویج و اشاعت میں اپنا تعاون پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو دین و دنیا کی بھلائی نصیب فرمائے۔

نقطہ

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی و جملہ برانچ

دعاۓ کلمات

قائد ملت محمود المشائخ مولانا الحاج الشاہ السید محمود اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ و دامت برکاتہ۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام
علیٰ رسولہ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

جن مسائل پر قرون اولیٰ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا اتفاق چلا آ رہا ہے ان میں سے ایک، ایک مجلس کی تین طلاقیں کا مسئلہ بھی ہے۔ قرآن و حدیث، اجماع صحابہ اور تابعین و ائمہ مجتہدین سے یہ ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں اور ان سے زوجین کا رشتہ نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا اگرچہ گناہ ہے لیکن ایسی طلاق سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ کوئی آج کا نیا مسئلہ نہیں کہ اس کی تحقیق کی جائے اور اس میں اختلاف رائے کو روارکھا جائے۔ جب یہ امت کا اجماعی مسئلہ تو ہر مسلمان کو ماننا لازم ہے، لیکن آٹھویں صدی ہجری کے ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم نے اس اجماعی مسئلے سے ہٹ کر اپنی الگ رائے قائم کی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین نہیں، ایک طلاق واقع ہوگی۔ ابن تیمیہ کی اس انفرادی رائے کو نہ ان کے زمانے کے مسلمانوں نے قبول کیا اور نہ ہی بعد کے زمانے میں مسلمانوں نے اسے قابل اعتنا سمجھا۔ بلکہ ابن تیمیہ کو اس اجماعی مسئلے سے انحراف کے نتیجے میں سزا بھی بھگتنی پڑی تھی۔ باوجود اس کے سب کچھ جان کر بھی کچھ غیر مقلدین و اہل حدیث ابن تیمیہ کے اس قول کی حمایت کرتے ہیں۔ حالاں کہ ابن تیمیہ کے مؤیدین علماء سعودی عربیہ بھی اس مسئلے میں ابن تیمیہ کے مخالف ہیں۔ کچھ متعصب اہل حدیث اس مسئلے کے حوالے سے بھی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تین طلاق اور حلالہ کے تعلق سے مخالفین اسلام کی طرف سے جو پروپیگنڈے اور بدگمانیاں پھیلائی جاتی ہیں اس میں غیر

مقلدین و اہل حدیث ان کا تعاون کرتے ہیں۔ اللہ انھیں عقل سلیم دے۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اہل سنت ریسرچ سینٹر کی طرف سے اس عنوان پر بھی ایک مدلل کتاب قارئین کے سامنے پیش کر دی گئی تاکہ ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو دور کیا جائے اور غیروں کو بھی دعوت فکر دی جائے کہ وہ نظر انصاف سے دیکھیں کہ اسلام کا قانون طلاق ہر قسم کے ظلم سے پاک و صاف ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کتاب کے مولف مولانا مفتی رضاء الحق اشرفی کی اس کاوش کو مقبول عام بنائے اور ان کی جملہ خدمات کو قبول فرمائے۔ اراکین و معاونین ریسرچ سینٹر کو دین و دنیا کی خیر نصیب ہو اور ریسرچ سینٹر ترقی کی شاہ راہ پر گامزن ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

دعا گو و دعا جو

فقیر اشرفی و گدائے جیلانی

ابوالخیر سید محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین کچھو چھو شریف

فہرست کتاب

صفحہ نمبر	عنوان	شمار
۷	۱۔ اسلام کے قانون نکاح و طلاق کی جامعیت	۱
۸	۲۔ بے وجہ طلاق دینا ظلم ہے	۲
۱۰	۳۔ مسئلہ طلاق کو سیاسی ہتھکنڈا بنایا جا رہا ہے	۳
۱۱	۴۔ تین طلاق مسلم عورتوں کا سب سے اہم مسئلہ نہیں	۴
۱۵	۵۔ تین طلاق کے موضوع پر میڈیا کا غلط طرز عمل	۵
۱۷	۶۔ تین طلاق یا ایک مجلس کی تین طلاق اور سپریم کورٹ کا فیصلہ	۶
۲۱	۷۔ تین طلاق کا ثبوت قرآن سے	۷
۲۶	۸۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہیں۔ قرآن سے ثبوت	۸
۳۰	۹۔ ایک مجلس کی تین طلاق رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں	۹
۳۹	۱۰۔ ایک مجلس کی تین طلاق صحابہ کی عدالت میں	۱۰
۴۴	۱۱۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہیں۔ اجماع صحابہ سے ثبوت	۱۱
۴۷	۱۲۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہیں۔ اہل بیت رسول ﷺ کا موقف	۱۲
۴۹	۱۳۔ ایک مجلس کی تین طلاق پرتابعین کا موقف	۱۳
۵۲	۱۴۔ شبہات و جوابات	۱۴
۷۳	۱۵۔ سعودی علماء کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق، تین ہیں	۱۵
۷۶	۱۶۔ حلالہ کیا ہے؟	۱۶
۷۷	۱۷۔ حلالہ کا ثبوت قرآن سے	۱۷
۷۸	۱۸۔ احادیث سے ثبوت	۱۸
۷۹	۱۹۔ اجماع صحابہ سے ثبوت	۱۹
۸۰	۲۰۔ حلالہ کے تعلق سے ائمہ مذاہب اربعہ کا موقف	۲۰
۸۲	۲۱۔ حلالہ کے لئے نکاح کرنا	۲۱
۸۵	۲۲۔ حلالہ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ	۲۲
۹۱	۲۳۔ کثرت طلاق پر روک لگانے کی کچھ مؤثر تدابیر	۲۳
۹۴	۲۴۔ ماخذ و مراجع	۲۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کے قانون نکاح و طلاق کی جامعیت

اسلام دینِ فطرت ہے اسی لئے اس کے بنیادی قوانین دائمی، آفاقی اور انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ اسلام کا قانون نکاح و طلاق بھی اُس کے دوسرے قوانین کی طرح نہایت منظم، متوازن اور مفید ہیں۔

اسلام کی نظر میں نکاح کی حیثیت صرف ایک معاہدہ اور معاملہ کی نہیں بلکہ اسلام اُسے عبادت کا درجہ دیتا ہے۔ نکاح اسلام میں تکمیلِ ایمان کا ذریعہ ہے۔ وہ آدھا ایمان ہے۔ مرد و عورت کی عفت و پاک دامنی کا سبب ہے۔ نکاح کے ذریعہ اسلام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کا خواہاں ہے جس میں حیا، پاک دامنی، محبت، رواداری، ہمدردی، نغمہ گساری اور خاندانوں کے مابین باہمی خوش گواری و رابطہ و تعلقات کا راج ہو۔

شادی کا مقصد بے حیائی کا خاتمہ ہے، اس لئے اسلام نے ایسا قانون مقرر کیا ہے کہ شادی کے چور دروازے سے کسی قسم کی بے حیائی و فحاشی کو دراندازی کا موقع نہ مل سکے۔ اسلام نے عورت کے حق میں شوہر کے بھائیوں کو نامحرم قرار دیا ہے۔ شوہر کے بھائیوں کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی بیوی سے ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں کریں اور عورت کے لئے بھی جائز نہیں کہ شوہر کے بھائیوں کے ساتھ ویسا رویہ اختیار کرے یا اُن کے سامنے پے پردگی کا مظاہرہ کرے۔ دوسرے مذاہب میں ایسی کوئی پابندی نہیں۔ بلکہ بعض مذاہب میں تو بھابھی کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنا بھی عیب کی بات نہیں۔ ایک عورت چند بھائیوں کی مشترکہ بیوی ہو سکتی ہے، بعض مذاہب میں اس کی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ اسلام میں مرد و عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنی شرمگاہوں کو غیروں کے سامنے ظاہر کریں لیکن آج بھی بعض دھرموں میں ننگا پن کو دھرم کا ایک حصہ مانا

جاتا ہے۔

غرض یہ کہ نکاح کا اسلامی قانون اپنی جامعیت و افادیت کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اور قابل تقلید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانے کے تغیر کے ساتھ دوسرے مذاہب کے مصلحین نے اسلامی قوانین سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے بہت سے مذہبی قوانین میں اصلاح و ترمیم کی ہے۔ جن دھرموں میں طلاق کو جگہ نہیں دی گئی ہے، آخرش ان کے مصلحین کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ کلیتاً طلاق کو غیر قانونی قرار دینا فطرت سے ٹکرانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی سوچ و چار کے بعد طلاق کے قوانین متعین کر لئے ہیں۔ غیروں کا شعوری یا لاشعوری طور پر اسلامی تعلیمات سے متاثر ہونا بلاشبہ اسلام کے کمال اور اعجاز کی دلیل ہے۔

اسلام الہی دین ہے، اس کے قوانین خود اللہ نے اور اس کے حکم سے اس کے رسول ﷺ نے وضع فرمائے ہیں، اسی لئے انہیں بدلنے یا رد کرنے کا حق کسی بندے کو حاصل نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے یا کرنے کا خیال بھی دل میں لاتا ہے تو وہ اللہ و رسول کا باغی اور اُن سے اعلانِ جنگ کرنے والا ہے۔ ایسا شخص لاکھ ایمان و اسلام کا دعویٰ کرے ہرگز مسلمان نہیں۔

بے وجہ طلاق دینا ظلم ہے

تین طلاق کیا، بے وجہ ایک طلاق دینا بھی اسلام میں ظلم ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز بے سبب طلاق دینا ہے۔

نکاح صرف تین طلاق دینے سے ختم نہیں ہوتا بلکہ ایک طلاق (بائن) سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں ناحق ایک طلاق بائن دے تو بھی بیوی نکاح سے نکل جائے گی اور یہ عمل ظلم ہوگا۔ لیکن ضرورت کی بنا پر ایسی طلاق دے تو ظلم نہیں ہوگا اور ایک مجلس میں یا یکبارگی تین طلاق دینا بہر حال ظلم و گناہ ہے، چاہے طلاق دینے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ یکبارگی تین طلاق دینے کے سبب

اگرچہ مرد ظالم ہوتا ہے لیکن اس معاملے میں عورت ہمیشہ بے گناہ نہیں ہوتی۔ کبھی مرد تین طلاق دینے کی وجہ سے ظالم ہوتا ہے تو کبھی عورت طلاق کا مطالبہ کر کے ظالم بنتی ہے۔ اسلام میں جس طرح بے وجہ طلاق دینا ظلم ہے اسی طرح بے وجہ عورت کا شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا بھی ظلم ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو عورت بے وجہ اپنے شوہر سے طلاق چاہتی ہے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

یہ بات تجربے کی ہے کہ کبھی عورت مرد کو طلاق نہ دینے کا طعنہ دیتی ہے اور اُس سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، جس کے نتیجے میں مرد غیض و غضب میں آ کر نادانی میں ایک ساتھ تین طلاقیں دے بیٹھتا ہے اور بعد میں مرد و عورت دونوں کو پچھتاوا ہوتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں تین طلاق کا ذمہ دار صرف مرد کو ٹھہرانا درست ہے؟ راقم کو خود ایک مسلم بیچ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دی تھیں۔ مرد و عورت دونوں کا بیان سننے کے بعد بیچ نے مرد سے پوچھا کہ تم نے طلاق کیوں دی اور دی تو ایک ساتھ تین کیوں دیں؟ اُس نے کہا کہ میری بیوی ہمیشہ مجھ سے لڑتی جھگڑتی ہے، میری ماں بہن کو گالیاں دیتی ہے اور طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔ آج اُس نے ماں بہن کی ایسی فحش گالی دے کر مجھ سے طلاق مانگی کہ میں اپنے غصہ پر قابو نہیں رکھ سکا۔ جب بیچ نے عورت سے پوچھا تو اُس نے گالیاں دینے اور طلاق کا مطالبہ کرنے کی بات کا اقرار کیا۔ یہ ایک واقعہ ہے جو راقم کے سامنے پیش آیا ہے۔ کیا اس طرح کے اور واقعات پیش نہیں آتے ہوں گے؟ ہمیں یہ بات تسلیم ہے کہ ایسے بھی مرد ہیں جو ظلم اپنی بیویوں کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیتے ہیں لیکن تین طلاق کے لئے صرف مردوں کو ذمہ دار ٹھہرانا، نا انصافی ہے۔

مسئلہ طلاق کو سیاسی ہتھکنڈا بنایا جا رہا ہے

مسلمانوں کے مسئلہ طلاق پر رہ رہ کے واویلا مچایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم پرسنل لاء میں تین طلاق کو جگہ دینے سے مسلم عورتوں پر ظلم ہوتا ہے اس لئے اُس کو ختم کرنا چاہئے۔ یہ آواز ایسے لوگوں کی طرف سے اٹھائی جاتی ہے جن کو مسلم سماج کی فلاح و بہبود سے کوئی دلچسپی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آواز کے پیچھے مسلم عورتوں سے ہمدردی کا جذبہ نہیں بلکہ فرقہ پرست سیاسی لیڈروں کے ناپاک سیاسی عزائم چھپے ہوئے ہیں۔

۲۴ اگست ۲۰۱۷ء کو سائرہ بانو کیس کے معاملے میں سپریم کورٹ کے پانچ رکنی ججوں کے بیٹج کا، مبنی بر اکثریت یہ فیصلہ سامنے آیا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا اسلام میں بھی گناہ ہے اس لئے اس پر قانوناً پابندی عائد کی جاتی ہے، یعنی ایک مجلس میں کوئی تین طلاقیں دے تو یہ طلاقیں نہیں مانی جائیں گی۔ سپریم کورٹ کے پانچ رکنی ججوں کی اکثریت نے یہ فیصلہ سنایا اور دو ججوں نے اپنے اختلافی نوٹ میں حکومت سے کہا کہ وہ چھ ماہ کے اندر مرکزی کابینہ میں مسلم دانشوروں اور دیگر سیاسی پارٹیوں سے مل کر تین طلاق پر کوئی قانون بنائے۔

سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق کسی نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوگی۔ مرکزی حکومت نے اس فیصلے کی کریڈٹ لینے کے لئے کچھ نام نہاد مسلم مردوں اور عورتوں کو اپنا ہم نوا بنالیا اور میڈیا والوں نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس مسئلے کو رنگ آمیزی کے ساتھ خوب پھیلایا۔ کچھ ٹی وی چینلوں نے تو بھرپور حق نمک ادا کیا اور ملک کے وزیر اعظم کی تعریف و توصیف میں یوں آسمان وزمین کے قلابے ملادئے جیسے آج ہی ہندوستان آزاد ہوا ہو۔ کسی نے اس کو سب سے بڑا تاریخی فیصلہ کہا۔ کسی نے کہا آج سے تین طلاق کا مسئلہ سمپت، اب ملے گی مسلم مہیلاؤں کو ظلم سے نجات۔

یہ سب کچھ منصوبہ بند طریقے سے ہوا تا کہ ۲۰۱۹ء کے پارلیمانی انتخابات میں برسر

اقتدار بھارتیہ جنتا پارٹی کے لئے ووٹ بینک بنانے کا راستہ ہموار کیا جائے

تین طلاق مسلم عورتوں کا سب سے اہم مسئلہ نہیں

ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے۔ اُس کا حسن اس کی رنگارنگی تہذیب میں ہے۔ یہاں کی ایکتا اور اکھٹتا کی دنیا میں مثال پیش کی جاتی ہے۔ لیکن پچھلے چند دہائیوں سے ملک عزیز کو دشمنوں کی ایسی نظر لگی ہے کہ یہاں پر اب مذہب کے نام پر نفرت پھیلانے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ شدت پسند ہندو تنظیم آریس ایس اور ہندو کٹر واد بھارتیہ جنتا پارٹی ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کے خلاف سیکولر ہندوؤں کے ذہنوں میں نفرت کا زہر گھولنے میں مصروف ہے۔ مسلم دشمنی کو اُس نے اپنا انتخابی ایجنڈہ بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شعبے میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے۔ انہیں ترقی کے دھارے میں لانے کے بجائے ان کے بنیادی مسائل کو پس پشت ڈال کر انہیں غیر ضروری مسائل میں الجھایا جاتا ہے۔ کبھی یکساں سول کوڈ کا مسئلہ چھیڑا جاتا ہے، کبھی مسلمانوں سے دلش بھکتی کی سند مانگی جاتی ہے، کبھی اُن کے دینی تعلیمی اداروں کو دہشت گردی کا اڈہ کہا جاتا ہے اور کبھی اُن کے مذہبی حق آزادی پر پابندی لگانے کی بات کی جاتی ہے۔ غرض یہ کہ اب ہندوستانی مسلمانوں کے ذہنوں پر عدم تحفظ کا خوف مسلط ہوتا جا رہا ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ جو فرقہ پرست عناصر ہندوستانی آئین کو پامال کر رہے ہیں، وطن عزیز کو نفرت کی آگ میں جھونکنے اور اُس کو ٹکڑوں میں بانٹنے کی سیاست کر رہے ہیں وہی سب سے بڑے دلش بکھت مانے جا رہے ہیں۔

شدت پسند ہندو سیاسی لیڈروں کی طرف سے تین طلاق کا مدعا کھڑا کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمان اپنے مسائل میں الجھے رہیں اور اپنے آئینی حقوق کے لئے آواز بلند نہ کر سکیں۔

مسلمان ہندوستان میں دوسری قوموں کی بہ نسبت پسماندگی کے شکار ہیں۔

2006ء میں سچر کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی تھی اُس میں یہ کہا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی حالت دلتوں سے بھی بدتر ہے، لیکن اُس وقت سے آج تک ۱۰ سال کے طویل عرصے میں کسی حکومت کی طرف سے مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی پس ماندگی کو دور کرنے کے لئے کوئی مضبوط لائحہ عمل تیار نہیں کیا گیا۔ کبھی کسی مسلم لیڈر نے پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے لئے رزرویشن کے مطالبے کی بات کہی تو حکومت نے یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ مذہب کی بنیاد پر رزرویشن کا مطالبہ بے معنی ہے۔ لیکن ہندو شیڈول کاسٹ اور آدی واسی کرسچن کو رزرویشن دیتے وقت حکومت کے انصاف کا پیمانہ بالکل بدل جاتا ہے۔

مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کا حال یہ ہے کہ 2014-2015ء کے سرکاری سروے کے مطابق مسلمان، ہندوستان کی کل آبادی کے ۱۴ فی صد تھے لیکن اعلیٰ تعلیمی اداروں میں صرف 4.4 فی صد طلبہ ہی اپنا نام درج کرا سکے۔ (روزنامہ سیاست حیدرآباد ۱۶ اگست ۲۰۱۶ء)

دورانِ تعلیم اپنے تعلیمی سلسلہ کو روکنے والے مسلم طلبہ کی تعداد بھی دوسرے مذاہب کے طلبہ کی تعداد سے زیادہ ہے۔

2011ء کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مسلم خواتین میں تعلیم کی شرح 14 فی صد تھی جب کہ دیگر مذاہب کی خواتین میں کم از کم 40 فی صد تھی۔ دیہی علاقوں میں شہری علاقوں کی بہ نسبت مسلم خواتین میں تعلیم کی شرح بہت کم ہے۔ خواتین کی تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہیں۔ مسلم اکثریتی علاقوں میں سرکاری پرائمری اسکولوں کا بھی صحیح بندوبست نہیں۔ سروشکشا ابھیان کے نام سے چلائے جانے والی سرکاری اسکیم پر بدعنوانی کا راج ہے۔ آنگن باڑی کی یوجنا سرکاری کرم چاریوں سے لے کر سپیکاروں اور ساہیکاؤں تک کے لئے لوٹ کھسوٹ کا ذریعہ بن چکی ہے۔ مسلمانوں پر بے روزگاری کا سایہ دن بدن گہرا

ہوتا جا رہا ہے۔ حکومت کو ان باتوں کی کوئی فکر نہیں، بس فکر ہے تو تین طلاق کی۔ ایسا لگتا ہے کہ تین طلاق پر پابندی لگا دینے سے مسلم خواتین ظلم و زیادتی سے محفوظ ہو جائیں گی اور تعلیم و ترقی کے میدان میں دوسرے مذاہب کی خواتین کے ساتھ شانہ بہ شانہ چلنے لگیں گی۔

2001ء میں کیے گئے سرکاری سروے رپورٹ پر لکھے گئے ایک آرٹیکل کا اقتباس ذیل میں ملاحظہ کریں، جس سے اندازہ ہوگا کہ دوسری ریاستوں کی طرح یوپی میں بھی مسلم خواتین دوسرے مذاہب کی خواتین سے تعلیم کے میدان میں کس قدر پیچھے ہیں۔

ڈاکٹر معراج الدین و قمر جہاں ایسوسیٹ پروفیسر آف ایجوکیشن ڈپارٹ
اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ لکھتے ہیں:

The community wise analysis of female literacy in UP revealed that the females belong to the Jain Community posses the highest literacy rate (90.28%) as compared to the others and the females belong to the Muslim community possess the lowest literacy rate (37.28) as per the census 2001. The same trend was seen in Aligarh district i.e. the females belong to the Muslim community posses the lowest literacy rate (40.93%) and Janis the highest (94.09%). In the present study it was found that women are educationally backward in general and Muslim Women in particular, there exists a community and gender disparity in Uttar Pradesh.

literacy rate of Muslim women in Uttarpradesh pg (1)
2011ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق مسلمان مرد 42.7 فی صد غیر تعلیم یافتہ ہیں، جب کہ ہندو 36.93 سکھ 32.49 بدھسٹ 28.16 عیسائی 25.65 اور جین 13 فی صد غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ غیر تعلیم یافتہ مسلم خواتین 48.1 ہندو، 44.02 سکھ 36.71 بدھسٹ 34.4 عیسائی 28.03 جین 15.07 فی صد ہیں۔

(<https://thewire.in/63286/census-literacy-religion/>)

مذکورہ بالا سرکاری سروے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی شرح خواندگی دوسرے مذاہب کے لوگوں کی شرح خواندگی سے بہت نیچے ہے۔

اب عورتوں کی طلاق، شوہروں سے علاحدگی اور بیوگی کی شرح فی صد کا ایک سرسری تقابلی جائزہ بھی ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جس سے آسانی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلم عورتوں کے لئے تین طلاق کا مسئلہ زیادہ اہم ہے یا ان کی تعلیم کا مسئلہ؟

مشہور انگریزی اخبار ٹائمز آف انڈیا نے 24 اگست 2017ء کے شمارے میں ایک سروے رپورٹ شائع کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ایک ہزار میں 88.3 ہندو بیوہ عورتیں بغیر شادی کے زندگی گزارتی ہیں، مسلم عورتیں 72.7، عیسائی عورتیں میں 97.0، سکھ عورتیں 8.2، بدھسٹ عورتیں 100.3، جینی عورتیں 79.6۔

ایک ہزار ہندو عورتوں میں 5.5 عورتوں کو بغیر طلاق کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ مسلم عورتوں میں 4.8، عیسائی عورتوں میں 9.4، سکھ عورتوں میں 4.2، بدھسٹ عورتوں میں 9.5 اور جینی عورتوں میں 3.1 عورتوں کو بغیر طلاق کے معلق چھوڑ دیا گیا ہے ایک ہزار ہندو عورتوں میں 1.8، مسلم عورتوں میں 3.4، عیسائی عورتوں میں 3.9، سکھ عورتوں میں 2.8، بدھسٹ عورتوں میں 4.3 اور جینی عورتوں میں 2.6 عورتیں مطلقہ ہیں۔

ایک ہزار میں 5.5 مظلوم ہندو عورتوں، 9.4 عیسائی عورتوں اور 9.5 بدھسٹ عورتوں کے بارے میں کبھی حکومت نے سوچا کہ ان کے شوہرا انھیں اپنے نکاح کے بندھن میں رکھتے ہوئے ان سے ازدواجی تعلقات منقطع کئے ہوئے ہیں۔ عیسائی اور بدھسٹ عورتوں کی یہ تعداد مسلم عورتوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ کیا یہ سب عورتیں مظلوم نہیں؟ ان عورتوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف کوئی سیاسی لیڈر آواز بلند نہیں کرتا، شاید اس لئے کہ ہمارے ملک کے وزیراعظم کے عمل سے اس کے جواز کا اشارہ ملتا ہے۔

عیسائی اور بدھسٹ کمیونٹی میں طلاق کی شرح مسلمانوں کی شرح طلاق سے زیادہ ہے،

پھر بھی مسلم عورتوں کی طلاق کے مسئلے کو کیوں اچھالا جاتا ہے؟ درج بالا حقائق کے تجزیہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم دشمن سیاسی لیڈران طلاق یا تین طلاق کے مسئلے کو ایک سیاسی مدعا کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے آئینی حقوق سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

تین طلاق کے موضوع پر میڈیا کا غلط طرز عمل

تین طلاق کے مسئلے پر ڈبیٹ و مناقشہ یا انٹرویو کے لئے عموماً ایسے افراد کو دعوت دی جاتی ہے جنہیں اسلام کے قانون طلاق بلکہ اسلامی تعلیمات کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ ٹی وی چینلوں پر جب آدھی ادھوری معلومات والوں کے جوابات، تبصرے اور بیانات نشر کئے جاتے ہیں تو مسئلہ طلاق پر شکوک و شبہات اور غلط فہمیاں اور زیادہ ہو جاتی ہیں۔

ایک ٹی وی چینل میں راقم نے خود دیکھا کہ کوئی مولوی نما شخص اسٹوڈیو پہ بیٹھا ہے، اُس سے ٹی وی اینکر قرآن کی آیت کا حوالہ دے کر سوال کرتی ہے کہ قرآن میں تین طلاقوں کا ذکر کہاں ہے؟ قرآن میں تو ہے کہ طلاق صرف دو ہیں؟ اُس کے جواب سے جب وہ مولوی نما شخص عاجز رہتا ہے تو اینکر بار بار یہ کہہ رہی ہے کہ تین طلاق دینے کا ذکر قرآن میں نہیں، تو سوال یہ ہے کہ پھر مسلمانوں میں اس کا رواج کیوں؟

ہندوستانی میڈیا پر بھی دھیرے دھیرے بھگوارنگ چڑھ رہا ہے۔ مسلمانوں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ آجائے تو میڈیا پوری حرکت میں آ جاتا ہے۔ پھر تل کو پہاڑ بنانے اور حقائق کو چھپانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔ تین طلاق کے موضوع پر بھی میڈیا کا یہی طرز عمل دیکھنے کو ملا۔

میڈیا نے اس بات کو بھی خوب اچھالا کہ مسلمان واٹس ایپ، ای میل، ایس ایم ایس کے ذریعہ بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں۔ میڈیا نے اس بات کو اس انداز سے پھیلا یا جیسے سارے مسلمان اپنی بیویوں کو ایس ایم ایس اور واٹس ایپ سے طلاق دیتے

ہیں۔ حالاں کہ جس سروے کے حوالے سے میڈیا نے یہ بات کہی اُسی سروے میں یہ وضاحت بھی گئی ہے کہ 002 فی صد ایسی طلاق کا معاملہ سامنے آیا ہے، یعنی 100000 طلاق دینے والوں میں صرف 2 آدمیوں کی جانب سے ایسی طلاق کا معاملہ سامنے آیا ہے، پھر بھی میڈیا نے حقائق کو چھپا کر اور معاملہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

ایک سرکاری ادارہ (CRDDP) ”سینٹر فار ریسرچ اینڈ ڈیٹ این ڈولپمنٹ پالیسی“ نے مارچ اور مئی 2017ء کے درمیان 20671 لوگوں میں ہوئے ایک سروے رپورٹ شائع کی ہے۔ یہ سروے ڈاکٹر ابوصالح شریف فارمر چیف ایکونومسٹ آف نیشنل کونسل آف ایلانڈا ایکونومک ریسرچ (NCAER) جو سچر کمیٹی کے سکرٹری ممبر بھی رہ چکے ہیں، کی نگرانی میں کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ سے یہ نتیجہ سامنے آیا ہے کہ 36.2% طلاق فیملی اور زوجین کے رشتہ داروں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ 16.9% عوامی پنچایت اور NGO کے ذریعہ ہوتی ہے۔ 24.7% دارالقضا والافتا کے ذریعہ، 21.1% طلاق کورٹ اور نوٹس کے ذریعہ دی جاتی ہے اور ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا معاملہ صرف 0.3% ہے۔

تین طلاق کے معاملے پر جو کہ صرف 0.3% ہے، ارباب حکومت سے لے کر میڈیا تک خوب واویلا مچا رہا ہے لیکن 5.5% ہندو عورتیں جو شوہر ہونے کے باوجود بغیر شوہر کے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اس ظلم کے خلاف سب کی زبانیں گنگ ہیں۔ انڈیا ٹوڈے 4 ستمبر 2014ء کے شمارے میں یہ ہیڈ لائن موجود ہے:

Statistics: 92 women raped in India every day.

اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان میں ہر روز 92 عورتوں سے زنا کاری کی گئی۔ یہ تو 2014ء کی رپورٹ ہے اور یہ ان مظلوم عورتوں کا معاملہ ہے جن کے کیسز سامنے آئے

ہیں، لیکن کتنی ایسی ریپ کی شکار عورتیں ہوں گی جن کا معاملہ پولیس انتظامیہ کے یہاں درج ہی نہیں ہوا ہوگا۔

کیا عورتوں پر ہونے والے ان سارے ظلم و ستم کے مقابلے میں تین طلاق کا مسئلہ ہی حکومت کے نزدیک سب سے اہم ہے کہ اس پر اتنا شور مچایا جا رہا ہے؟ حالاں کہ تین طلاق کا واقعہ 0.3 فی صد سے زیادہ نہیں۔

تین طلاق یا ایک مجلس کی تین طلاق اور سپریم کورٹ کا فیصلہ

سپریم کورٹ کے فیصلے میں کئی پوائنٹ ایسے ہیں جو قابل غور ہیں۔ اگر ان نکات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ کورٹ کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا اگرچہ بدعت ہے لیکن اس بدعت کے مرتکب کوئی دس بیس سال پہلے وجود میں نہیں آئے ہیں بلکہ ۱۴۰۰ سال پہلے سے کچھ افراد اس کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ جب بات یہی ہے تو ان سے متعلق شرعی قانون بھی ۱۴۰۰ سال پہلے ضرور بیان ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے افراد دفعۃً اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کی وجہ سے ظالم گنہگار و مستحق سزا ہیں لیکن ایسی تین طلاقیں نافذ ہوتی ہیں۔ مثلاً:

۳۹۵ صفحات پر مشتمل فیصلے کے صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳ کا پوائنٹ ۴۱ ملاحظہ کریں: 141.

As a historical fact, 'talaq-e-biddat' is known to have crept in Muslim tradition more than 1400 years ago, at the instance of Umayyad monarchs. It can certainly be traced to the period of Caliph Umar - a senior companion of Prophet Muhammad. Caliph Umar succeeded Abu Bakr (632-634) as the second Caliph on 23.8.634. If this position is correct, then the practice of 'talaq-e-biddat' can most certainly be stated to have originated some 1400 years ago.

کورٹ کو یہ بات تسلیم ہے کہ یک بارگی تین طلاق دینا بدعت ہے لیکن چودہ سو سال پہلے بھی کچھ لوگ ایسی طلاق دیتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسی طلاق بدعت نکاح کو ختم کرنے میں موثر ہوتی تھی یا نہیں؟ تو یہ بات احایث و آثار صحابہ سے ثابت ہے کہ ایسی طلاق کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے گناہ قرار دیا ہے لیکن کسی نے یہ گناہ کیا ہے تو طلاق کو غیر موثر نہیں مانا گیا ہے بلکہ اُس سے بیوی کے حرام ہونے کا حکم نافذ کیا گیا ہے اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے والوں کی تعداد بڑھنے لگی تو انہوں نے اس پر سزا بھی دینا شروع کیا۔ لہذا ایک مجلس کی تین طلاقیں پر قانونی پابندی ہونی چاہئے، اُس پر مناسب سزا مقرر کی جانی چاہئے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ساتھ تین طلاق دینے والے کو کوڑے لگواتے تھے۔ لیکن ایک مجلس کی تین طلاق کو غیر موثر قرار دینا اسلام کے قانون طلاق کے خلاف ہے۔

فیصلے کے صفحہ ۲۰۴ پہ پوائنٹ ۱۴۴ میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ بھارت میں ۹۰ فی صد سنی حنفی مسلمان ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنی حنفی مسلمانوں نے طلاق بدعت کو طلاق کا ایک مقبول طریقہ مان لیا ہے۔

144.

The fact, that about 90% of the Sunnis in India, belong to the Hanafi school, and that, they have been adopting 'talaq-e-biddat' as a valid form of divorce, is also not a matter of dispute

بھارت کے ۹۰ فی صد سنی حنفی مسلمانوں نے طلاق بدعت (ایک مجلس میں تین طلاق دینے) کو طلاق دینے کا مقبول طریقہ (valid form of divorce) مان لیا ہے، مقبول طریقہ سے مراد اگر یہ ہے ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہیں اور نکاح کو ختم کرنے میں موثر ہیں تو یہ بات واضح رہے کہ یہ موقف صرف سنی حنفی مسلمانوں کا نہیں بلکہ شافعی، حنبلی

مالکی، حنفی سب سنی مسلمانوں کا یہی موقف ہے اور اگر اُس سے مراد یہ ہے کہ سنی حنفی مسلمانوں نے ایک مجلس میں تین طلاق دینے کو صحیح و درست طریقہ مان لیا ہے تو یہ بات غلط فہمی پر مبنی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ سنی حنفی مسلمانوں کے نزدیک طلاق بدعت دینا (جو طلاق شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف ہے) طلاق دینے کا صحیح و درست طریقہ نہیں ہے، یہ طریقہ اللہ اور اس کے رسول کو نامقبول اور ناپسندیدہ ہے۔ ایسی طلاق دینے والا گناہ گار ہے، لیکن اُس کی طلاق واقع ہوگی، غیر موثر یا کالعدم نہیں ہوگی۔ کیوں کہ کوئی چیز حرام و ناپسندیدہ ہونے سے قانونی حدود سے باہر نہیں ہوگی بلکہ اُس کا جو حکم ہے وہ ضرور نافذ ہوگا۔ اسلامی شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں:

مثلاً اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے“ تو بیوی اُس پر حرام ہو جائے گی اور بغیر کفارہ ادا کئے بیوی سے جنسی اختلاط جائز نہیں گا۔ اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ مرد پے در پے دو مہینے روزے رکھے کہ درمیان میں ایک دن بھی ناغہ نہ ہو۔ اگر روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت بھر پیٹ کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار رقم کا مالک بنادے۔ اسے شریعت میں ظہار کہتے ہیں۔ ظہار کرنا، نامقبول و حرام عمل ہے لیکن ظہار کرنے والے پر اس کا حکم لاگو ہوگا۔ اسی طرح کسی کی زمین غصب کرنا حرام ہے، زمین غصب کرنے والا مجرم و گناہ گار ہے۔ لیکن مغضوبہ زمین میں کوئی نماز ادا کرے تو ادا ہو جائے گی، اگرچہ اُس میں نماز نہ پڑھنا بہتر ہے۔ اسی طرح اذان جمعہ (اذان ثانی) کے بعد خرید و فروخت کرنا حرام ہے، لیکن اگر کوئی کرے تو گناہ گار ہونے ساتھ اس کی خرید و فروخت کا معاملہ نافذ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے طلاق بدعت کو، خواہ ایک مجلس میں تین طلاقیں ہوں یا حالت حیض میں ایک ہی طلاق ہو یا اُس طہر میں ایک ہی طلاق ہو جس میں شوہر بیوی سے ہم بستری کر چکا ہو، معصیت اور گناہ فرمایا ہے، اس کے باوجود اُس کو نافذ مانا

ہے۔ لہذا طلاق بدعت طلاق دینے کا نامقبول طریقہ ہونے کے باوجود نافذ ہے۔ طلاق کا مؤثر و نافذ ہونا اور ہے اور اُس کا نامقبول و ناپسندیدہ ہونا اور۔ دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ کے نفاذ کو سنی حنفیوں کا موقف بتایا گیا ہے، حالاں کہ یہ موقف تمام صحابہ کا ہے اور چاروں فقہی مذاہب کے ماننے والوں کا بھی ہے اور وہ سب کے سب سنی ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی اجماعی اسلامی قانون کی من مانی تشریح کر کے اُس کو اپنی مرضی کا قانون بنا لے تو اُسے دلیل بنا کر اُس اسلامی اجماعی قانون کو نہیں بدلا جاسکتا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک بھی شمار نہ ہوں گی اُن کی بات تو کسی شمار میں نہیں، لہذا اُن سے کوئی بحث بھی نہیں۔ بحث اُن لوگوں سے ہے جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک مانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دلائل تو ہم بعد میں دکھائیں گے۔ سب سے پہلے اُن سے یہ پوچھنا ہے کہ اگر کوئی شخص جہالت اور غصہ سے (کیوں کہ یک بارگی تین طلاق عموماً جہالت اور غصے سے دی جاتی ہیں) الگ الگ تین مجلسوں میں تین تین طلاقیں دے، مثلاً ہر مجلس میں اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے تین طلاق، تو تین طلاقیں پڑیں گی یا نہیں؟ جب ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق ہیں تو لازماً تین مجلسوں کی کل ۹ طلاقیں ۳ ہوں گی۔ اب ایسے شخص کی بیوی ہمیشہ کے لئے اُس پر حرام ہوگی یا نہیں؟ کیا ایسے شخص کے تعلق سے یہ فیصلہ کرنا درست ہوگا کہ اس کی بیوی اُس پر حرام نہیں ہوئی؟ ظاہر ہے سپریم کورٹ کے فیصلے کا منشا یہ ہے کہ تین طلاق دینے کو کالعدم قرار دیا جائے، چاہے جیسے دی جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ کورٹ نے بعض اسلامی ممالک کے قانون طلاق کا حوالہ دے کر تین طلاق اور حلالہ پر پابندی عائد کرنے کی بات کہی ہے۔ اسلامی ممالک کے قانون کا جو حوالہ دیا گیا ہے ان شاء اللہ اُس کی حقیقت و واقعیت کا تحقیق جائزہ آگے پیش کیا جائے گا۔ سر دست ہم اس عنوان پر گفتگو کرتے ہیں کہ مرحلہ وار تین طلاق اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کا ذکر قرآن میں ہے یا نہیں؟

تین طلاق کا ثبوت قرآن سے

ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا مثلاً یوں کہنا کہ ”تجھے طلاق، طلاق، طلاق یا یوں کہنا کہ تجھے تین طلاق، ظلم و گناہ ہے لیکن اس ظلم کا اثر میاں بیوی کے نکاح پر ضرور پڑے گا اور جس طرح الگ الگ مجلسوں میں تین طلاقیں دینے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے اور بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے اُسی طرح ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے بھی تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے حرام ہو جاتے ہیں۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا ثبوت قرآن سے بھی ہے، احادیث نبویہ سے بھی اور اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے۔ لہذا اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔

قرآن حکیم میں طلاق دینے سے متعلق جو ہدایات دی گئی ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر میاں بیوی ازدواجی زندگی کی تلخیوں سے عاجز آ کر اپنے رشتہ نکاح کو منقطع کرنے پر آمادہ ہوں تو انھیں یک بارگی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے، بلکہ طلاق کے عمل کو بتدریج انجام دینا چاہیے تاکہ دونوں کے لیے صلح و مصالحت اور غور و فکر کرنے کی گنجائش باقی رہے۔

قرآن حکیم میں ہے:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْحٍ بِاِحْسَانٍ (البقرہ: ۲۲۹)

یعنی خاص طلاق جس میں رجعت ہو سکتی ہے دوبارہ ہے۔ دوبار کے لفظ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یک بارگی دو طلاق بھی نہ دینا بہتر ہے، گرچہ دو طلاق سے بیوی نکاح سے نہیں نکلے گی۔ بلکہ ایک بار میں ایک طلاق دے پھر غور و فکر کے بعد نکاح کو ختم نہ کرنے کا ارادہ ہو تو نیک نیتی کے ساتھ عدت کے اندر بیوی کو روک لے۔ اس کو رجعت کہتے ہیں۔ اگر نکاح کو ختم کرنے کا ارادہ ہو تو احسان کے ساتھ بیوی کو آزاد چھوڑ دے کہ عدت کی مدت گزر جائے۔ عدت گزرنے کے بعد بیوی نکاح سے نکل گئی۔ اب مرد و عورت دونوں چاہیں تو نکاح جدید کر کے دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہیں۔ دوسری طلاق دینے کے بعد

بھی شوہر چاہے تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے۔ دوسری بار رجعت کرنے کے بعد پھر وہی تلخیاں اور دوریاں باقی رہیں تو تیسری طلاق دینے سے بیوی فوری طور پر نکاح سے نکل جائے گی اور مرد و عورت دونوں ایک دوسرے پر حرام ہو جائیں گے۔ اس کے بعد شوہر عورت کو نہ لوٹا سکتا ہے اور نہ اُس سے نیا نکاح کر سکتا ہے۔

عدت گزر جانے کے بعد اگر عورت چاہے تو کسی دوسرے شخص سے جس سے اسلام نے نکاح کو جائز قرار دیا ہے، نکاح کر سکتی ہے۔ دوسرا شوہر اُس سے ہم بستری کے بعد اگر طلاق دے یا اُس کی وفات ہو جائے اور عورت پھر شوہر اول سے نکاح کرنا چاہے تو عدت طلاق یا وفات گزر کر نکاح کر سکتی ہے

چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (البقرة: ۲۳۰)

یعنی پھر اگر شوہر و طلاق کے بعد تیسری طلاق دے تو عورت اُس کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرا شوہر اُس سے وطی (ہم بستری) کر لے۔ پھر دوسرا شوہر طلاق دے تو پہلے شوہر اور عورت دونوں پر کچھ گناہ نہیں اگر دونوں دوبارہ نکاح کریں، بشرط یہ ہے کہ دونوں کو غالب گمان ہو کہ وہ اللہ کے احکام کو قائم رکھ سکیں گے۔ یہ سب احکام طلاق اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدیں ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں ایسی قوم کے لیے بیان فرماتا ہے جو علم و آگہی سے آراستہ ہے۔

قارئین کرام! ذرا طلاق سے متعلق قرآنی ہدایات کو نگاہ تدبر و انصاف سے ملاحظہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے قانون طلاق کو کتنا منظم، متوازن، مفید اور انسانی فطرت کے مطابق بنایا ہے۔

ذرا غور کیجیے! حالات نامساعد ہو چکے ہیں، زوجین میں محبت والفت نہیں، ازدواجی زندگی جہنم بن چکی ہے، مقاصد نکاح فوت ہو رہے ہیں، زوجین کے مابین صلح و مصالحت کی سماری کوششیں بے سود ثابت ہو چکی ہیں اور ایسی ناخوش گوار ازدواجی زندگی سے نجات حاصل کرنے کی صرف ایک ہی سبیل رہ گئی ہے، وہ یہ کہ میاں بیوی رشتہ نکاح کو ختم کر دیں۔ ان حالات میں بھی اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم ایک بارگی تین طلاقیں دے کر نکاح کا قصہ تمام کر دو، بلکہ ایسے مایوس کن حالات میں بھی اسلام امید کی کرنیں بکھیرتے ہوئے کہتا ہے کہ نہیں بالکل نہیں، جذبات میں آ کر ابھی آخری فیصلہ مت لو، سوچنے سمجھنے، گھر بسانے کے مواقع اور راستوں کو ایک دم مسدود نہ کر دو۔ طلاق دینا ہی چاہتے ہو تو ایک طلاق دو، لیکن ہاں یہ یاد رہے کہ طلاق عورت کی پاکی کے زمانے میں ہو، عورت کے ایام ماہواری میں نہ ہو اور طلاق دینے سے پہلے تم نے بیوی سے ہم بستری بھی نہ کی ہو، ورنہ تمہارا کیسا انصاف ہوگا کہ تم ناپسندیدگی و ناراضگی سے بیوی کو نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہو، پھر اس سے ہم بستری کرنے سے باز بھی نہیں رہتے اور کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ واپس کرنے سے عورت کو حمل ٹھہر جائے تو یہ اور زیادہ ضرر کا باعث ہوگا۔

ہاں! اب جب کہ تم نے ایک طلاق دے دی ہے تو یہ نہ سمجھو کہ بیوی فوراً نکاح سے باہر ہو گئی ہے۔ ابھی دونوں کے لئے صلح و مصالحت اور سوچنے سمجھنے کا پورا موقع ہے۔ اگر عورت حیض والی ہے تو تین حیض گزرنے تک وقت ہے۔ اس دوران زوجین کو سوچ سمجھ کر فیصلہ لینا چاہئے۔ اگر سمجھ میں آ جائے کہ نکاح کو باقی رکھنا مناسب ہے تو شوہر بیوی کو صرف اتنا کہے کہ ”میں نے تجھے لوٹا لیا“ یا بیوی سے ہم بستری کر لے یا اُس کا بوسہ لے تو وہ حسب سابق اُس کی بیوی ہو گئی۔ اسے شرعی اصطلاح میں رجعت کہتے ہیں۔ اب دونوں سابقہ تلخیوں اور رنجشوں کو فراموش کر کے خوش گوار عائلی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔ اگر خدا نخواستہ پھر سابقہ تلخیاں اور رنجشیں لوٹ آئیں یا پہلے سے زائد ہو جائیں اور

پھر نکاح کو ختم کرنے کا ارادہ ہو جائے تو بھی یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ باقی دو طلاقیں ایک ساتھ دے کر فوری طور پر بیوی کو نکاح سے باہر نہ نکالا جائے، بلکہ عورت کے طہر (پاکی) کی مدت میں قبل صحبت ایک طلاق اور دی جائے، پھر عورت کو تین حیض گزرنے تک میاں بیوی صلح و مصالحت اور باہمی محبت و الفت کی راہیں ہموار کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ اس درمیان اگر یہ محسوس ہو کہ رشتہ نکاح کو ختم نہ کرنا مناسب ہے تو ایک بار پھر شوہر بیوی کو سابقہ طریقے سے لوٹالے اور پھر میاں بیوی ازدواجی زندگی کو پائدار اور خوشگوار بنانے کی کوشش کریں۔ اگر نکاح کو ختم کرنے کا ارادہ ہو تو رجعت نہ کرے بلکہ پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عدت گزر جانے دے تو نکاح ختم ہو جائے گا لیکن دوبارہ نکاح کا راستہ مشکل نہ ہوگا، بلکہ نکاح جدید کے ذریعہ زوجین پھر ازدواجی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔ لیکن دوبارہ کی کوشش کے بعد بھی امید بار آور نہ ہو سکی، تلخیاں بدستور باقی رہیں یا بڑھ گئیں اور نکاح کو ختم کرنے کا ارادہ ہو گیا تو اب یہ فائٹل اسٹیپ ہے۔ تیسری بار طلاق دینے کا مقصد یہی ہے کہ رشتہ نکاح کو ہمیشہ کے لیے منقطع کر دیا جائے کہ زوجین میں اب نباہ کی کوئی سبیل نہ رہی۔ لہذا قرآن یہ کہتا ہے کہ تیسری طلاق دینے سے ہی بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی۔

غور کیجئے! میاں بیوی کو بقاء نکاح کے لیے ساری ہدایات دی گئیں۔ سماجی طور پر بھی دونوں میں باہمی مصالحت پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی۔ میاں بیوی دونوں کو سوچنے سمجھنے اور اصلاح و مصالحت کی سبیل پیدا کرنے کے لئے کم و بیش ۶ ماہ کی مہلت دی گئی، لیکن بار بار کے تجربے سے یہ ثابت ہو گیا کہ نکاح کو باقی رکھنا بے سود و لا حاصل بلکہ اضطراب و بے چینی کا باعث اور مقاصد نکاح کے منافی ہے، تو تیسری طلاق دینے کی بات کہی گئی۔ لہذا تیسری طلاق دینے کا مقصد یہی یہی ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں۔ فائٹل اسٹیپ کے بعد پھر میاں بیوی رشتہ نکاح میں منسلک ہونا چاہیں تو قرآن کہتا

ہے کہ نہیں، یہ تیسرا اور آخری سٹیپ ہے۔ سارے آپشنز اور مواقع تم نے استعمال کر کے دیکھ لیے ہیں۔ کم از کم ۶ ماہ تک اپنی ازدواجی زندگی سے متعلق غور و فکر اور اصلاح و مصالحت کی کوششوں کی ناکامی کے بعد تم نے ہی آخری ڈسینز لیا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد دو تن یکجانہ ہوں گے۔ اب اگر تم پھر سے نیا تجربہ کرنا چاہتے ہو تو مشکل تو سامنے آئے گی، جس سے تم دونوں کو دو چار ہونا ہوگا۔ تم نے جان بوجھ کر سوچ سمجھ کر آخری فیصلہ لیا ہے۔ تیسری اور آخری طلاق کے ذریعہ تم دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہو چکے ہو۔ اب پھر سے دونوں رشتہ نکاح میں منسلک ہونا چاہتے ہو تو یہ اُسی وقت ممکن ہے جب کہ عورت اپنی مرضی سے کسی دوسرے سے نکاح کرے اور دوسرا شوہر صحبت کے بعد اُسے طلاق دے یا اُس کا انتقال ہو جائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ دوبارہ نکاح کرنا اگر عورت پر ظلم کے لئے ہو یا یہ گمان غالب ہو کہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوں گے تو مرد و عورت دوبارہ نکاح نہ کریں کہ یہ گناہ کا باعث ہوگا۔

غیر مسلم دانشوروں کو دعوت فکر دی جائے کہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ سوچ و فکر کے ساتھ اسلام کے قانون طلاق کا مطالعہ کر کے بتائیں کہ اس میں کون سا نقص ہے اور کہاں یہ ظلم و زیادتی ہے؟

قرآن تو مسلمانوں کو متنبہ کر رہا ہے کہ اگر طلاق کے ذریعہ رشتہ نکاح کو ختم کرنے کی ضرورت ہو تو ایک ساتھ تین طلاقیں نہ دی جائیں، بلکہ تین مرحلے میں تین طلاقیں دی جائیں۔ مذکورہ تینوں مراحل کے درمیان صلح و مصالحت اور غور و فکر کرنے کے لیے ایک طویل وقفہ ہے۔ اُس وقفہ میں سوچ سمجھ کر بڑی آسانی کے ساتھ رجعت یا نکاح جدید کے ذریعہ رشتہ نکاح کو قائم رکھا جاسکتا ہے یا نکاح کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

سوچنے سمجھنے کا یہ وقفہ کم و بیش چھ ماہ کا ہے۔ اُس کے بعد تیسری طلاق کا ارادہ آخری فیصلہ ہے۔ تیسری بار طلاق دینے سے میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے۔

افسوس ہے اُن نادان مسلمانوں پر جو اسلام کے اتنے منظم اور مفید قانونِ طلاق کی خلاف ورزی کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے اور غیروں کو انگشت نمائی کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ نیز حیرت ہے کہ جو غیر مسلم دانشور اور سیاست داں حقوق نسواں کے پردے میں عورت کو بے پردہ اور بے حیا بنا کر اپنی عیاشی کا سامان بناتے ہیں، بغیر شادی کے مرد و عورت کی باہمی رضا مندی سے ہونے والی زنا کاری کو قانونی جواز فراہم کرنے کی بات کرتے ہیں، جو یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنی مرضی سے کئی مردوں سے ہم بستری کر سکتی ہے، جن کے نزدیک عورت کی حیثیت محض عیش پرستی کے سامان کی ہے، جو عورت کو نیم عریاں کر کے بازاروں اور تفریح گاہوں کی زینت بنانے کو روشن خیالی تصور کرتے ہیں، جو بیوی کو اُس کے حقوق دیے بغیر اپنے نکاح کے بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں اور بے چاری مظلوم عورت ظالم شوہر کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنے مذہبی آئین کے مطابق طلاق بھی نہیں لے سکتی، ایسے ظالم لوگ اسلام کے عادلانہ نظام اور منصفانہ قانونِ طلاق پر اعتراض کر رہے ہیں۔ اللہ انہیں فکر سلیم عطا فرمائے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں۔ قرآن سے ثبوت

تین مراحل میں تین طلاق دینے کا جو اصول قرآن میں بیان کیا گیا ہے وہ نہایت مناسب، متوازن اور انسانی فطرت کے موافق ہے۔ اُس کے برخلاف ایک مجلس میں تین طلاق دینا ظلم و گناہ ہے، یہ بات بھی قرآن سے ثابت ہے۔ یہ قرآن سے کیسے ثابت ہے؟ آئیے اس کا جواب ہم قرآن ہی سے حاصل کرتے ہیں۔

قرآن حکیم سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۹، ۲۳۰ اور سورۃ الطلاق آیت ۱، میں طلاق کا جو اصول بیان کیا گیا ہے کہ طلاق دینا ہو تو اس طرح طلاق دے کہ عدت کے اندر رجعت ممکن ہو، وہ دو طلاق ہیں۔ اُس کے بعد طلاق دی جائے گی تو بیوی نکاح سے نکل جائے گی

اور شوہر پر حرام ہو جائے گی۔ جب قرآن حکیم میں ہے کہ دو طلاق کے بعد طلاق دینے سے بیوی شوہر کے لیے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے، تو معلوم ہوا کہ تین طلاق کا ثبوت قرآن حکیم سے ہے۔ دو طلاق کے بعد طلاق دے گا تو تین طلاقیں ہوں گی، یہ بات ایک معمولی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی کہے گا، لیکن حیرت ہے اُن عقل مندوں اور دانشوروں پر جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کہیں یہ تین طلاق کا ذکر نہیں۔ رہی بات ایک مجلس کی تین طلاقیں کی، تو مذکورہ بالا آیات سے جہاں مرحلہ وار تین طلاقیں دینے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا ظلم ہے، لیکن کوئی دے گا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ کیوں کہ قرآن حکیم نے مرحلہ وار تین طلاقیں واقع کرنے کا جو قانون بیان کیا ہے اور طلاق سے متعلق جو احکام ذکر کیے ہیں انہیں ”حدود اللہ“ کہا ہے، یعنی طلاق سے متعلق جو قوانین و احکام بیان کیے گئے ہیں وہ سب اللہ کی قائم کردہ حدیں ہیں۔ جو شخص اُن حدود سے آگے بڑھے گا اُس کا شمار ظالموں میں ہوگا۔ قرآن کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مرحلہ وار تین بار میں تین طلاق دینا اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدوں میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاق دے گا تو اللہ کی قائم کردہ حد سے تجاوز کرنے والا، ظالم ہوگا۔

قرآن حکیم میں سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۹، ۲۳۰ میں مرحلہ وار تین طلاقیں کے ذکر کے بعد یہ فرمایا گیا: تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ طلاق کے یہ قوانین اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور یہ بھی فرمایا گیا: تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ: یہ اللہ کی حدیں ہیں تو تم ان حدوں سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں۔

قرآنی آیت کے مطابق جب مرحلہ وار تین طلاق دینا اللہ کی قائم کردہ حد ہے تو اُس کے خلاف ایک مجلس میں تین طلاق دینا اللہ کی قائم کردہ حد سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ کی

قائم کردہ حد سے آگے بڑھنا ظلم ہے تو ثابت ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا ظلم ہے۔ اگر تین واقع ہی نہ ہوں تو یہ ظلم کیوں ہوگا؟

شارح صحیح مسلم امام نووی نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں کو امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء سلف و خلف نے تین مانا ہے اور جمہور کی دلیل میں آیت مذکورہ کو پیش کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

وَاحْتَجَّ الْجُمْهُورُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (الآية) قَالُوا مَعْنَاهُ أَنَّ الْمُطَلِّقَ قَدْ يَحْدِثُ لَهُ نَدَمٌ فَلَا يُمَكِّنُهُ تَدَارُكُهُ لَوْ قُوعِ الْبَيْنُونَةِ فَلَوْ كَانَتِ الثَّلَاثُ لَا تَقِيعُ وَلَمْ يَقِيعْ طَلَاقُهُ إِلَّا رَجْعِيًّا فَلَا يَنْدُمُ۔

ترجمہ: اور جمہور نے ایک مجلس کی تین طلاقیں کے نفاذ پر اللہ تعالیٰ کے قول وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا) سے دلیل پکڑی ہے۔ جمہور کا کہنا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ طلاق دینے والے کو کبھی اپنے فعل پہ ندامت ہوتی ہے اور اُس کا تدارک نہیں ہو سکتا، کیوں کہ بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اگر ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی مانی جاتیں تو (تین طلاقیں دینے پر) ندامت نہ ہوتی (شرح نووی علی مسلم ۱۰۷-۷۰)۔

اسی بات کو امام بھٹاوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ إِذَا طَلَّقَ لِغَيْرِ السُّنَّةِ وَقَعَ طَلَاقُهُ وَكَانَ ظَالِمًا لِنَفْسِهِ بِتَعَدُّهِ حُدُودَ اللَّهِ لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَقِيبَ الْعِدَّةِ فَأَبَانَ أَنَّ مَنْ طَلَّقَ لِغَيْرِ الْعِدَّةِ فَطَلَاقُهُ أَقِيعٌ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَقِيعْ طَلَاقُهُ لَمْ يَكُنْ ظَالِمًا لِنَفْسِهِ۔

ترجمہ: اللہ کا ارشاد ”جس نے اللہ کی حدوں سے تجاوز کیا اُس نے اپنے اوپر ظلم کیا“ دلیل ہے اس بات پر کہ جب کسی نے سنت کے خلاف طلاق دی تو واقع ہوگی، اگرچہ وہ اللہ کی حدوں سے آگے بڑھنے کی وجہ سے اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہوگا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ

نے عدت کے ذکر کے بعد یہ بیان فرمایا کہ جس نے غیر عدت میں طلاق دی (حالت حیض میں یا جماع والے طہر میں یا یکبارگی تین طلاقیں دیں) تو اس کی طلاق واقع ہے، اگر اس کی طلاق واقع نہ ہوتی تو وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا نہ ہوتا (احکام القرآن ۳-۶۰۸)

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک مجلس میں تین طلاق دینا قرآن کے مطابق ظلم ٹھہرا تو اُس سے لازمی و یقینی طور پر یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جائیں گی، کیوں کہ اگر واقع نہ ہوں بلکہ انھیں کالعدم و غیر مؤثر یا ایک مانا جائے تو ایک مجلس میں تین طلاق دینا ظلم اور یہ عمل کرنے والا ظالم کیوں ہوگا؟ اُسے ظالم تو اسی لیے کہا گیا ہے کہ اس نے قرآنی اصول کے خلاف یک بارگی تین طلاقیں دیکر رشتہء نکاح کو ختم کر دیا۔

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کے مطابق ایک مجلس میں یا ایک بارگی تین طلاق دینا ظلم ہے لیکن دینے سے تین واقع ہو جائیں گی اور نکاح کو ختم کرنے میں مؤثر ہوں گی۔ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک یا کالعدم و غیر مؤثر قرار دیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا ظلم و گناہ نہ ہو حالاں کہ قرآن کے فرمان کے مطابق ایسا کرنا ظلم ہے۔ الحمد للہ، ہم نے قرآنی آیات سے ثابت کر دیا کہ قرآن میں مرحلہ وار تین طلاق دینے کا بھی ذکر ہے اور ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا بھی ذکر ہے، لیکن ایک مجلس میں تین طلاق دینا قرآنی آیت کی روشنی میں ظلم و زیادتی ہے۔

ہو سکتا ہے کچھ اہل علم اور دانشوروں کو قرآن میں تین طلاقیں کا ذکر نظر نہ آئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض علماء و فضلاء پر یہ بات مخفی ہو کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں کا ذکر قرآن میں موجود ہے، لیکن یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ قرآن حکیم میں تمام شرعی قوانین عمومی و اجمالی کیفیت اور کلیات کی شکل میں موجود ہیں، جن کی توضیح و تشریح اور تفصیل پیغمبر اسلام ﷺ کی احادیث، صحابہ کے آثار اور ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کے ذریعہ امت کو حاصل ہوئی ہے۔

قرآن علوم و معانی کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس سے نادر و نایاب موتیوں کا استخراج وہی کر سکتے ہیں جن کے دل نور ایمان سے منور ہیں اور توفیق الہی جن کی یادری کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن علمائے مجتہدین و اساطین اسلام کی قبروں کو جنت کے باغات بنائے جنہوں نے قرآن و احادیث سے استنباط و استخراج احکام کے لیے اپنی عمریں صرف کر دی ہیں۔ اللہ ہمیں اُن کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

ایک مجلس کی تین طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں

ایک مجلس کی تین طلاقیں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قرار دیا ہے اور ایسی طلاق دینے والے کو گناہ گار کہا ہے۔ طلاق دینے کا یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے، اسی لئے اسے طلاق بدعت کہتے ہیں۔ اُس کے ثبوت پر چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱): امام بیہقی نے حضرت سُوید بن غفلہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک خُعمی عورت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت ہونے لگی تو وہ عورت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بولی: آپ کو خلافت مبارک ہو۔ حضرت حسن بن علی نے کہا: تو نے حضرت علی کے قتل پر طنز کی، جا تجھے تین طلاق۔ عورت نے جسم پر کپڑا لپیٹتے ہوئے کہا: قسم خدا کی میری مراد یہ نہیں تھی۔ پھر وہ عدت میں بیٹھ گئی۔ جب عدت گزر گئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو باقی مہر اور بیس ہزار درہم متعہ (تحفہ) بھیجا۔ جب قاصد مال لے کر عورت کے پاس پہنچا اور عورت نے مال کو دیکھا تو یہ کہا:

مَتَاعٌ قَلِيلٌ مِّنْ حَبِيبٍ مُّفَارِقٍ۔ محبوب کی جدائی کے مقابلے میں یہ مال تھوڑا ہے۔ قاصد نے عورت کی بات حضرت حسن کے پاس بیان کی تو آپ رو پڑے اور کہنے لگے: اگر میں نے اپنے والد سے اپنے نانا جان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنی

ہوتی کہ ”جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اُس کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔“ تو میں اس کو لوٹا لیتا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۴۱۹ باب المصنعة)

حدیث (۲)

سنن دارقطنی میں یہ الفاظ ہیں: اَيُّمَا رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا عِنْدَ كُلِّ طَهْرٍ تَطْلِيقَةً أَوْ عِنْدَ رَأْسِ كُلِّ شَهْرٍ تَطْلِيقَةً أَوْ طَلَّقَهَا جَمِيعًا لَمْ تَحِلَّ حَتَّى تَنْكَحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (سنن الدارقطنی ۵/۵۶ کتاب الطلاق والنخلع)

ترجمہ: جس آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، ہر طہر میں ایک طلاق یا ہر مہینے کے شروع میں ایک طلاق یا تینوں طلاقیں ایک ساتھ دیں تو عورت حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔

تخریج حدیث:

بیہقی و دارقطنی کے علاوہ طبرانی نے معجم کبیر میں اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔

حکم حدیث:

یہ حدیث متن کے لحاظ سے صحیح لغیرہ ہے۔

سند حدیث پر اعتراض کا جواب:

غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی نے اس حدیث کو ناقابل قبول ٹھہرانے کے لئے اس کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اس کی سند کے راوی عمرو بن ابی قیس اور سلمہ بن فضل پر محدثین نے جرحیں ذکر کی ہیں۔ ابو داؤد نے عمرو بن ابی قیس کے بارے میں فرمایا: لَا بَأْسَ بِهِ، لَهُ أَوْهَامٌ۔ اُن میں کوئی عیب نہیں لیکن ان کے یہاں کچھ وہم ہیں۔ سلمہ بن فضل کو اسحاق بن راہویہ نے ضعیف کہا اور بخاری نے کہا: فِي أَحَادِيثِهِ بَعْضُ الْمُنَاكِيرِ۔ اُن کی احادیث میں بعض منکر ہیں۔ ابن معین نے کہا: يَتَشَيَّعُ وَقَدْ كَتَبْتُ عَنْهُ

وَلَيْسَ بِهِ بَأْسٌ۔ وہ اہل تشیع تھے۔ میں نے اُن سے حدیثیں لکھی ہیں اور اُن میں کوئی عیب نہیں۔ ابو حاتم نے کہا: لَا يُحْتَجُّ بِهِ۔ اُن سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ ابو زرہ نے کہا: اہل رے اُن میں دلچسپی نہیں لیتے تھے، اُن کی سوء رائے اور ظلم کی وجہ سے۔ (المغنی شرح الدارقطنی ۲-۴۳۷)

عمر بن ابی قیس پر جرح کا جواب:

امام ابو داؤد نے عمرو بن ابی قیس کے بارے فرمایا: لَهُ أَوْهَامٌ۔ اُن کے کچھ وہم ہیں، اس جرح سے عمرو بن ابی قیس کا نامقبول ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر اس سے کسی راوی کا ضعیف نامقبول ہونا ثابت ہو تو صحیحین کے بہت سے راویوں کا ضعیف ہونا لازم آئے گا۔ مثلاً حماد بن سلمہ ثقہ صدوق ہیں۔ انہیں ذہبی نے امام، قدوہ، شیخ الاسلام لکھا ہے اور اُن کے تعلق سے ”لَهُ أَوْهَامٌ“ بھی کہا گیا ہے۔ حماد بن سلمہ سے بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ، وہ صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے بھی راوی ہیں۔

اسی طرح عمرو بن ابی قیس سے بھی بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت لی ہے۔ وہ بھی ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ وہ ثقہ و صاحب اتقان تھے۔ چنانچہ ذہبی نے ابو داؤد کے قول مذکور کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے: كَانَ مِنْ أَوْعِيَةِ الْعِلْمِ۔ عمرو بن ابی قیس علم کا خزانہ تھے۔ (تاریخ الاسلام ۴-۴۶۸)

عمر بن ابی قیس کی توثیق:

ابن معین نے انھیں ثقہ کہا۔ ابن شاہین نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ بزار نے کہا: ثِقَّةٌ مُّسْتَقِيمُ الْحَدِيثِ، رَوَى عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ۔ وہ ثقہ ہیں، اُن سے اہل علم کی ایک جماعت نے روایت لی ہے۔ (اکمال تہذیب الکمال ۱۰-۲۴۹)

ابو حاتم بستی نے کہا: مِنْ جُلَّةِ أَهْلِ الرَّيِّ وَ مُتَّقِيهِمْ۔ اہل رے کے عظیم علماء اور

اصحابِ اتقان میں سے تھے۔ (مشاہیر علماء الامصار، ۱-۳۱۴)
سفیان ثوری سے کچھ لوگوں نے حدیث کا سوال کیا تو انھوں نے کہا: اَلَيْسَ عِنْدَكُمْ
الْأُزْرُقُ۔ کیا تمہارے پاس عمرو بن ابی قیس ازرق موجود نہیں؟ (تہذیب الکمال
۲۲-۲۰۳)

جمہورِ ناقدینِ حدیث کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ عمرو بن ابی قیس ثقہ، صاحبِ
اتقان، مستقیم الحدیث، مقبولِ راوی ہیں۔ اُن کی روایت کم سے کم درجہ حسن کی ہے جو
متابعات و شواہد سے صحیح بھی ہوتی ہے۔ لہذا غیر مقلدِ عالمِ شمس الحق عظیم آبادی کا اُن پر
جرح کر کے اُن کی حدیثِ مذکور کو ضعیف و نامقبول کہنا درست نہیں۔
سلمہ بن فضل پر جرح کا جواب:

بخاری کے قول فی أَحَادِيثِهِ بَعْضُ الْمَنَاصِيحِ (ان کی احادیث میں بعض منکر ہیں)
سے ان کا نامقبول و ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً سلیمان بن موسیٰ قرشی اموی اصاغر
تابعین میں تھے۔ صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ ان کے تعلق
سے ابن معین نے کہا: ثِقَّةٌ وَ حَدِيثُهُ صَحِيحٌ عِنْدَنَا۔ وہ ثقہ ہیں۔ اُن کی حدیث ہمارے
نزدیک صحیح ہے۔ (تہذیب ۴-۱۹۸) ابوحاتم نے کہا: بکھول کے اصحاب میں اُن سے بڑا
فقہ اور ان سے زیادہ ثبوت (قوی) میں نہیں جانتا۔ (سیر اعلام ۵-۴۳۵)

باوجود اس کے اُن کے بارے میں بخاری نے کہا: عِنْدَهُ مَنَاصِيحٌ۔ اُن کے یہاں
کچھ منکر روایات ہیں۔ ابوالاحمد حاکم نے کہا: فِي حَدِيثِهِ بَعْضُ الْمَنَاصِيحِ۔ اُن کی حدیث
میں بعض منکر ہیں۔ (تجريد الاسماء والكنى ۱-۲۸۹)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ کسی راوی کی بعض روایات کا منکر ہونا اُس راوی کے نامقبول
اور اس کی تمام روایت کے منکر ہونے کی دلیل نہیں۔

اسحاق بن راہویہ نے سلمہ ابن فضل کو ضعیف کہا ہے، لیکن ابن معین نے انہیں ثقہ کہا

اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نے اُن سے حدیثیں لکھی ہیں۔ امام احمد بن حنبل سے سلمہ ابن الفضل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ کہا: لَا أَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا۔ میں انھیں اچھا ہی جانتا ہوں۔ ابو داؤد نے انھیں ثقہ کہا۔ ذہبی نے کہا: وہ اُن حفاظ حدیث میں تھے جو کسی بات کو فی البدیہہ محفوظ کر لیتے ہیں۔ ابن سعد نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔ ابن خلفون نے ثقات میں ذکر کیا۔ عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سلمہ ابن الفضل صالح تھے۔ اُن کا مقام صدق ہے۔ ابن عدی نے کہا: اُن کی کسی حدیث کو میں نے انتہائی منکر نہیں پایا۔ ابن خزیمہ نے اپنی تصحیح میں اُن سے حدیث تخریج کی ہے۔ (اکمال تہذیب الکمال، تہذیب الکمال، الجرح والتعديل لابن ابی حاتم تاریخ الاسلام للذہبی وغیرہ کتب رجال دیکھیں)

رہا ابن معین کا اُن کے بارے میں تشیع کا قول کرنا تو اس سے آج کا تشیع مراد نہیں جو رفض کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، بلکہ اُس سے مراد حب علی اور حب اہل بیت ہے، کیوں کہ قدیم اصطلاح میں یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوتا تھا۔ اگر اُن کے تشیع کی بنا پر اُن کی روایت کو نامقبول کہا جائے تو صحیحین کی بعض روایات کو نامقبول قرار دینا لازم آئے گا، کیوں کہ اُن کی بھی بعض روایات ایسے راویوں سے مروی ہیں جن کے بارے میں تشیع کا قول کیا گیا ہے۔ اگر تشیع سے مراد رفض ہوتا تو ابن معین ان سے روایت نہ لکھتے، کیوں کہ وہ بد مذہب سے روایت لینے کو سخت ممنوع سمجھتے تھے۔ ابو حاتم کا ان کے تعلق سے ”قابل حجت نہیں“ کہنے کا معنی یہ ہے کہ جب اُن کی روایت ثقہ راوی کے خلاف ہو اور اُس کی تقویت کی کوئی دوسری وجہ بھی نہ ہو تو تنہا قابل حجت نہیں۔

سلمہ ابن الفضل کی مذکورہ روایت کو نامقبول ٹھہرانے سے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ یہ روایت ثقہ راوی کے خلاف ہے اور اُس کی تقویت و تائید کی کوئی دلیل اور شاہد موجود نہیں۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے مخالفین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ابو زرہ کا اُن

کے تعلق سے یہ کہنا کہ اُن کے ظلم کی وجہ سے اہل رے نے انھیں چھوڑ دیا تھا، جرح مبہم ہونے کے ساتھ جمہور ناقدین حدیث کے خلاف بھی ہے، لہذا اُن کی یہ جرح نامقبول ہے۔ معلوم ہوا کہ سلمہ ابن الفضل نامقبول راوی نہیں اور اُن کی روایت کو مطلقاً مردود کہنا درست نہیں۔ ابن ماجہ میں یہ عنوان قائم کیا گیا ہے: ”جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں، پھر اُس کے تحت یہ حدیث ذکر کی گئی ہے۔“

حدیث (۳)

حضرت عامر شعی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ تم مجھے اپنی طلاق کا حال سناؤ تو انھوں نے کہا: مجھے میرے شوہر نے یمن کے سفر پر جاتے ہوئے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو نافذ فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ ۱/۶۵۲ باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد) امام بخاری نے تین طلاق کا عنوان قائم کر کے یہ حدیث ذکر کی ہے:

حدیث (۴)

صحابی رسول حضرت عویمر عجلائی اور ان کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لعان کیا پھر حضرت عویمر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا: یا رسول اللہ! اب اگر میں اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھوں تو میں جھوٹا ٹھہرایا جاؤں گا۔ پھر عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم (فیصلہ) سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ (صحیح بخاری ۷/۴۲۲ باب من اجاز طلاق الثلاث)

حدیث (۵)

یہی حدیث سنن ابوداؤد میں ہے تو اُس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: حضرت عومیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو نافذ کیا۔ (سنن ابوداؤد ۲۰۷۴/۲۷۴)
حدیث (۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی پھر انھوں نے ارادہ کیا کہ باقی دو طلاقیں دو حیض میں دیں گے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو فرمایا: اے ابن عمر! اللہ نے اس طرح طلاق دینے کا حکم نہیں دیا ہے۔ تم نے سنت طریقے پر طلاق دینے میں خطا کی ہے۔ سنت یہ ہے کہ تم عورت کی پاکی کے زمانے کا انتظار کرو پھر اُس میں طلاق دو۔ حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رجوع کرنے کا حکم دیا اور میں نے رجوع کر لیا۔ پھر فرمایا: جب تمہاری بیوی ماہواری سے پاک ہو جائے تو چاہو تو ایک طلاق اور دو یا بیوی کو روک لو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر میں اُسے تین طلاقیں دیتا تو رجوع کرنا حلال ہوتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے تمہاری بیوی جدا ہو جاتی اور یہ گناہ ہوتا۔ (السنن الصغیر للبیہقی ۳-۱۱۵)
حدیث (۷)

سنن نسائی میں محمود بن لبید سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے غضب ناک ہو کر فرمایا: میرے ہوتے ہوئے وہ اللہ کی کتاب سے کھلواڑ کرتا ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ کیا میں اُسے قتل کر دوں؟ (سنن النسائی ۶-۱۴۲)
اس حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غضب کا اظہار اس لئے فرمایا تھا کہ اُس شخص نے کتاب اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں اور بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

حکم حدیث:

ابن القیم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح مسلم کی شرط پر ہے (زاد المعاد ۵-۲۲۰) مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے ابن کثیر کے حوالے سے اس کی سند کو ”عمدہ“ کہا ہے اور حافظ ابن حجر کی بلوغ المرام کے حوالے سے اس کے تمام راویوں کو ثقہ لکھا ہے۔ (نیل الاوطار ۶-۲۶۹)

محدث ابن الترمذی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے (الجوہر النقی ۷-۳۳۳) شیخ البانی نے اس کو ضعیف لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور محدث ابن الترمذی کی توثیق کے خلاف البانی کی تضعیف مردود ہے۔ غیر مقلدین کو بھی البانی کی بات کو ابن القیم اور قاضی شوکانی کی توثیق کے مقابلے میں مردود کہنا چاہئے، کیوں کہ ان کے نزدیک ابن القیم اور شوکانی کا رتبہ البانی سے بہت اونچا ہے۔

سند حدیث پر جرح کا جواب:

اس حدیث کی سند کا ایک راوی مخرمہ بن بکیر الاشج ہے۔ اُن کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ اُن کا سماع اُن کے والد سے ثابت نہیں اور یہ حدیث مخرمہ عن ابیہ والی سند سے مروی ہے، لہذا اس کی سند منقطع ہے۔ خود ابن القیم نے اس جرح کے دو جواب دیے ہیں۔

پہلا جواب:

یہ ہے کہ اگرچہ مخرمہ کا سماع اپنے والد سے ثابت نہیں، لیکن اُن کے پاس اُن کے والد کی مرویات کتاب کی شکل میں موجود تھیں جس کو دیکھ کر وہ اپنے والد کے حوالے سے روایات ذکر کرتے تھے اور اس طرح کی روایت بھی حجت ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن معین کا قول ہے: مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ وَقَعَ إِلَيْهِ كِتَابُ أَبِيهِ - مخرمہ کے پاس اُن کے والد کی کتاب آئی تھی۔ موسیٰ بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں مخرمہ کے پاس آیا۔ میں نے اُن سے پوچھا: آپ سے آپ کے والد نے حدیث بیان کی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے اپنے والد کو

نہیں پایا ہے لیکن میرے پاس اُن کی یہ کتابیں ہیں۔ ابن القیم آگے لکھتے ہیں کہ سنی ہوئی حدیث اور کتاب کو دیکھ کر بیان کی گئی حدیث دونوں کے قابل حجت ہونے میں کوئی فرق نہیں، بلکہ کتاب کے نسخے سے دیکھ کر روایت کرنے میں زیادہ احتیاط ہے، جب کہ یہ یقین ہو کہ وہ شیخ کا نسخہ ہے۔ کتاب کو دیکھ کر روایت کرنا صحابہ اور سلف کا طریقہ ہے۔

دوسرا جواب:

جن لوگوں نے کہا ہے کہ مخرمہ نے اپنے والد سے نہیں سنا ہے اُن کے خلاف بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے سنا ہے۔ جنھوں نے سننے کی بات کہی ہے اُن کو زیادہ علم ہے اور ثبوت کی بات زیادہ پختہ ہے۔ عبدالرحمن بن ابی حاتم کا قول ہے کہ میرے والد سے مخرمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے یہ جواب دیا: وہ صالح الحدیث ہیں (ان کی حدیث مقبول ہے)۔ ابن ابی اویس نے کہا کہ میں نے امام مالک کی کتاب کی پشت پر یہ لکھا ہوا دیکھا: میں نے مخرمہ سے پوچھا کہ کیا انھوں نے اپنے والد سے جو حدیثیں بیان کی ہیں، اپنے والد سے سنی ہیں؟ تو مخرمہ نے قسم کھا کر کہا: اس مسجد کے رب کی قسم میں نے اپنے والد سے وہ حدیثیں سنی ہیں۔

علی ابن المدینی نے کہا: میں نے معن بن عیسیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مخرمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے۔ اُن کی حدیث کے قابل حجت ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ امام مالک نے اپنی موطا میں اُس سے احتجاج کیا ہے۔ (زاد المعاد ۵-۲۲۰)

راقم عرض کرتا ہے کہ مخرمہ کی سند والی حدیث کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں مخرمہ عن ابیہ والی سند سے گیارہ احادیث ذکر کی ہیں۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اس سند کے ساتھ حدیثیں لی ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ شیخ البانی نے خود الادب المفرد کی اسی سند والی حدیث کو ایک جگہ حسن اور ایک جگہ صحیح لکھا ہے (الادب المفرد ۱-۳۴۲ باب قبلۃ الرجل الجاریۃ الصغیرۃ)

بعض لوگوں نے اس حدیث پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس کے آخری راوی محمود بن لبید کا سماع رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، لہذا یہ حدیث مرسل ہے، اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ محمود بن لبید جمہور محدثین کے نزدیک صحابی ہیں، اگرچہ حضور ﷺ سے سماع حاصل نہ ہو سکا۔ ابن حبان، امام بغوی، ابو نعیم، ذہبی، امام عسقلانی وغیرہ نے انہیں صحابی کہا ہے۔ امام بخاری نے بھی انہیں صحابی کہا ہے اور یہ بات علم حدیث کے طالب علموں کو معلوم ہے کہ مرسل صحابی بالاتفاق حجت ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس کی تین طلاقیں کو نافذ قرار دیا ہے اور اُس سے بیوی کے حرام ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاق صحابہ کی عدالت میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

حدیث (۱) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے تو کیا حکم ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عمر جواب دیتے تھے کہ اگر تو نے ایک یا دو طلاقیں دیں تو رجعت کر لے، پھر طلاق دینا چاہے تو حالت طہر (عورت کی پاکی کے ایام) میں قبل جماع طلاق دے اور اگر تو نے تین طلاقیں دیں تو تجھ پر بیوی حرام ہوگئی، یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اور اس طرح حیض میں ایک یا دو یا تین طلاقیں دے کر تو نے طلاق کے حکم میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور تین طلاقیں دینے سے تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی۔ (صحیح مسلم ۲/۱۰۹۳، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاہا)

(۲) نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرماتے تھے:

مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَقَدْ بَانَتْ مِنْهَا امْرَأَتُهُ وَعَصَى رَبَّهُ تَعَالَى وَخَالَفَ السُّنَّةَ
ترجمہ: جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اُس کی بیوی جدا ہو گئی اور اُس نے اللہ
تعالیٰ کی نافرمانی کی اور سنت کی مخالفت کی۔ (سنن الدارقطنی ۵/۵۸ کتاب الطلاق والخلع)
(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

شقیق سے مری ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جس نے اپنی
غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں تو وہ اُس کے لیے اُس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک
دوسرے سے نکاح نہ کر لے۔ (سنن سعید بن منصور ۳۰۲/۱ باب التعدی فی الطلاق)
(۴-۵) حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

محمد بن ایاس بن ابوبکر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو یک
بارگی تین طلاقیں دیں پھر اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ ہوا تو وہ فتویٰ مانگنے آیا۔ میں اُس کو
لے کر حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور مسئلہ دریافت کیا تو دونوں
حضرات نے یہ جواب دیا: لَا نَرَىٰ اَنْ تَنْكِحَهَا حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَکَ۔ تم اُس سے
نکاح نہیں کر سکتے، یہاں تک کہ وہ تیرے علاوہ دوسرے سے نکاح کر لے۔ اُس نے کہا کہ
میں تو اُسے ایک طلاق دے سکتا تھا (کیوں کہ ایک طلاق سے وہ نکاح سے نکل جاتی) لہذا
دو طلاق تو زائد ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو فضل طلاقیں تھیں انھیں تو نے اپنے
ہاتھوں سے جانے دیا۔ (شرح معانی الآثار ۳/۵۵ باب الرجل یطلق امرأۃ ثلاثا معاً)

☆ سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے: حضرت مجاہد
کا بیان ہے کہ میں ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا۔ ایک آدمی آیا اور بولا کہ اُس
نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن عباس یہ سن کر خاموش
رہے۔ میں (مجاہد) نے گمان کیا کہ شاید آپ اُس کو رجعت کا حکم دیں گے۔ کچھ دیر کے
بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اُس شخص سے فرمایا: کوئی آدمی حماقت کر کے چلا آتا

ہے پھر کہتا ہے ”اے ابن عباس، اے ابن عباس“ سنو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اُس کے لئے گنجائش نکالتا ہے۔ طلاق دینے میں تو اللہ سے نہیں ڈرا (ایک ساتھ تین طلاقیں دے ڈالیں) تو میں نے تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں پائی۔ تو نے اللہ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔ (سنن ابی داؤد ۲۵۰-۲۶۰)

حضرت ابن عباس کی بات کا تیسرا دیکھئے۔ آپ نے تین طلاق دینے والے شخص پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کو اللہ کی معصیت و نافرمانی قرار دیا، لیکن تین طلاقوں کو نافذ فرما کر نکاح کے ٹوٹ جانے کا فیصلہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے تین واقع ہوں گی۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو اُس کو سزا دیتے تھے اور دونوں کا نکاح ختم کر دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۶۱ باب من کرہ ان یطلق الرجل امرأته ثلاثاً فی مقعد)

(۷) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ:

واقع بن صحبان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں تو آپ نے فرمایا: اِثْمَ بَرِّهِ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ اُس نے گناہ کیا اور اپنے اوپر بیوی کو حرام کر لیا۔ (ایضاً)

(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام بیہقی نے اعمش کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: کوفہ میں ایک شیخ تھا جو

یہ کہتا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالب کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی آدمی ایک مجلس میں اپنی عورت کو تین طلاق دے تو ایک طلاق مانی جائے گی۔ شیخ کی اس روایت کو سننے کے لئے لوگ گردنیں اونچی کیے ہوئے آتے تھے اور شیخ سے اس روایت کو سنتے تھے۔ اعمش کہتے ہیں کہ میں شیخ کے یہاں حاضر ہوا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو شیخ باہر نکلے۔ میں نے کہا: آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُس آدمی کے بارے میں کیا سنا ہے جو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے؟ کیا ایک مانی جائے گی؟ انھوں نے کہا کہ ایک طلاق مانی جائے گی۔ میں نے پوچھا: آپ نے یہ روایت حضرت علی سے کہاں سنی ہے؟ شیخ نے کہا: میں آپ کو ایک تحریر نکال کر دکھاتا ہوں۔ انھوں نے جو تحریر دکھائی اُس میں یہ لکھا ہوا تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: هَذَا مَا سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَقَدْ بَانَ مِنْهُ وَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكَحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ روایت میں نے علی بن ابی طالب سے سنی ہے، وہ فرماتے تھے: جب آدمی نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو اُس سے عورت جدا ہوگئی۔ وہ اُس کے لیے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کر لے۔ میں نے کہا: براہوتہمارا! تم نے تو ابھی اس تحریر کے خلاف بیان کیا۔ شیخ نے کہا: صحیح وہی ہے جو اس تحریر میں ہے، لیکن لوگوں کی خواہش کے لحاظ سے میں نے اس کے خلاف بیان کیا (السنن الکبریٰ ۵۵۶/۷)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

امام بیہقی نے محمد بن ایاس سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے پوچھا گیا کہ اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو کیا سب واقع ہو گئیں؟ سبھی حضرات نے جواب دیا: جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اس کے لیے حلال نہ

ہوگی (السنن الصغیر للبیہقی ۱۱۴/۳)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت زربن حیش سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کوئی بیوی کو ہم بستری سے پہلے تین طلاقیں دے تو اُس کا حکم وہی ہے جو مدخولہ عورت کا ہے (کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی) (مصنف ابن ابی شیبہ ۶۷/۲)

(۱۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

ابن ابی شیبہ نے محمد بن ایاس بن بکر سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ عنہم یہ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی عورت کو وطی سے پہلے تین طلاقیں دے تو عورت اُس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔

(۱۲) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بدری صحابی کے بیٹے داؤد کا بیان ہے

کہ میرے دادا صاحب نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ میرے والد گرامی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر مسئلہ دریافت کیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا انہیں اللہ کا ڈر نہیں؟ پھر آپ نے تین طلاقوں کو نافذ کیا اور ۷۹ کو لغو و زائد قرار دیا اور اس عمل کو ظلم و عدوان فرمایا۔ (مصنف عبدالرزاق ۶/۳۹۳ باب المطلق ثلاثا)

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں تین مانی جائیں گی اور بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی۔

بطور مثال چند صحابہ کی روایات کو یہاں درج کیا گیا ہے ورنہ تمام صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین مانی جائیں گی۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہیں۔ اجماع صحابہ سے ثبوت

صحابہ کرام اور سلف کا اجماع ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں۔ جن علماء متقدمین نے اس پر اجماع کا قول نقل کیا ہے اُن میں سے چند حضرات کے نام ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

☆ ابن رجب حنبلی نے فرمایا ہے:

اعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ وَلَا مِنْ أَيْمَةِ السَّلَفِ الْمُعْتَمَدِ بِقَوْلِهِمْ فِي الْفُتَاوَى فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ شَيْءٌ صَرِيحٌ فِي أَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ بَعْدَ الدُّخُولِ يُحْسَبُ وَاحِدَةً إِذَا سَبَقَ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ۔

ترجمہ: کسی صحابی، کسی تابعی اور حلال و حرام کے تعلق سے جن ائمہ سلف کے فتاویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہے، اُن میں سے کسی سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ اگر دخول کے بعد کوئی شخص بیوی کو ایک لفظ سے تین طلاقیں دے تو ایک طلاق مانی جائے گی۔ (مجموعۃ البحوث ہیئۃ کبار العلماء بالسعودیۃ العربیۃ)

☆ امام ابو بکر جصاص رازی [وفات: ۳۷۰ھ] نے تحریر فرمایا ہے:

فَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَاجْمَاعُ السَّلَفِ تُوجِبُ إِيقَاعَ الثَّلَاثِ مَعًا وَإِنْ كَانَ مَعْصِيَةً۔ ترجمہ: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع سلف سے یہ ثابت ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں اگرچہ یہ طریقہ گناہ ہے۔ (احکام القرآن ۲-۸۵)

☆ علامہ ابوالولید الباجی [وفات: ۴۷۴ھ] نے یہ لکھا ہے:

فَمَنْ أَوْفَعَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ بِلَفْظَةٍ وَاحِدَةٍ لَزِمَهُ مَا أَوْفَعَهُ مِنَ الثَّلَاثِ۔ جس نے ایک لفظ سے تین طلاقیں دیں تو لازماً تین ہی واقع ہوں گی۔ پھر آگے لکھتے ہیں: وَالذَّلِيلُ عَلَى مَا نَقُولُهُ إجماع الصَّحَابَةِ؛ لِأَنَّ هَذَا مَرْوِيٌّ عَنْ أَبِي عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔ وَلَا

مُخَالَفَ لَهُمْ۔

ترجمہ: ہم جو کہتے ہیں (کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں) اُس پر دلیل اجماع صحابہ ہے۔ کیوں کہ یہ بات مروی ہے حضرت ابن عمر، حضرت عمران بن حصین، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور کسی نے اُن کی مخالفت نہیں کی ہے (المشتقی شرح موطا ۴-۳)

☆ قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ، جس میں طاؤس کے حوالے سے ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ماننے کا ذکر ہے، کے تعلق سے بحث ذکر کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

أَنَّ حَدِيثَ مُخْتَلَفٌ فِي صِحَّتِهِ فَكَيْفَ يُقَدَّمُ عَلَى إِجْمَاعِ الْأُمَّةِ وَلَمْ يُعْرَفْ لَهَا فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ خِلَافٌ إِلَّا عَنْ قَوْمٍ انْحَطُّوا عَنْ رُتْبَةِ التَّابِعِينَ وَقَدْ سَبَقَ الْعَصْرَانِ الْكَرِيمَانِ وَالْإِتِّفَاقُ عَلَى لُزُومِ الثَّلَاثِ فَإِنْ رَوَوْا ذَلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ فَلَا تَقْبَلُوا مِنْهُمْ إِلَّا مَا يَقْبَلُونَ مِنْكُمْ نَقْلَ الْعَدْلِ عَنِ الْعَدْلِ وَلَا تَجِدْ هَذِهِ الْمَسْئَلَةَ مَنْسُوبَةً إِلَى أَحَدٍ مِنَ السَّلَفِ أَبَدًا ه

(النسخ والمسوخ بحوالہ مجموعۃ ابحاث ہدیۃ کبار العلماء بالسعودیۃ العربیۃ ۱-۳۸۹)

ترجمہ: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (جس میں یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہیں) کی صحت میں اختلاف ہے تو اس کو اجماع امت پر کیسے مقدم کیا جا سکتا ہے؟ اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف معروف نہیں، سوائے کچھ ایسے لوگوں کے جن کا مرتبہ تابعین سے نیچے ہے۔ دو بار امت دور (دور رسالت و دور صحابہ) گزر گئے، جن میں ایک مجلس کی تین طلاقات کو نافذ مانا جاتا تھا۔ اگر مخالفین تمہارے پاس صحابہ و تابعین میں سے کسی کی طرف سے اُس کے خلاف کوئی روایت لے آئیں تو تم قبول نہ کرو بلکہ اُن سے مطالبہ کرو کہ عادل کی روایت عادل سے لاؤ، جس طرح تم سے وہ مطالبہ کرتے ہیں۔ تم

دیکھو گے کہ یہ مسئلہ (ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہیں) سلف میں سے کسی کی جانب منسوب نہیں ہے۔

☆ محدث علی قاری [وفات: ۱۰۱۴ھ] نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ماننے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اجماع کی تفہیم پر بحث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَمَّا أَوَّلًا: فَإِجْمَاعُهُمْ ظَاهِرٌ، فَإِنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ خَالَفَ عُمَرَ حِينَ أَمْضَى الثَّلَاثَ، وَلَيْسَ يُلْزَمُ فِي نَقْلِ الْحُكْمِ الْإِجْمَاعِيُّ عَنْ مِائَةِ نَفْسٍ أَنْ يُسَمَّى كَلًّا، لِيَلْزَمَ فِي مُجَلِّدٍ كَبِيرٍ حُكْمٌ عَلَى أَنَّهُ إِجْمَاعٌ سُكُوتِيٌّ، وَأَمَّا ثَانِيًا: فَإِنَّ الْعِبْرَةَ فِي نَقْلِ الْإِجْمَاعِ نَقْلُ مَا عَنِ الْمُجْتَهِدِينَ لَا الْعَوَامِ، وَالْمِائَةُ الَّتِي تُوفَى عَنْهُمْ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَا يَبْلُغُ عِدَّةَ الْمُجْتَهِدِينَ الْفُقَهَاءَ مِنْهُمْ أَكْثَرُ مِنْ عَشْرِينَ: كَالْخُلَفَاءِ وَالْعَبَادِلَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَقَلِيلٍ وَالْبَاقُونَ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِمْ وَيَسْتَفْتُونَ مِنْهُمْ وَقَدْ أَثْبَتْنَا النُّقْلَ عَنْ أَكْثَرِهِمْ صَرِيحًا بِإِيْقَاعِ الثَّلَاثِ وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ مُخَالَفٌ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ وَعَنْ هَذَا قُلْنَا لَوْ حَكَمَ حَاكِمُ بَأَنَّ الثَّلَاثَ بِفَمٍ وَاحِدٍ وَاحِدَةٌ، لَمْ يُنْفَذْ حُكْمُهُ (مرقاۃ المفاتیح ۵- ۲۱۴۷)

ترجمہ: صحابہ کا اجماع ظاہر ہے۔ کیوں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو نافذ قرار دیا ہے تو کسی صحابی کا اختلاف منقول نہیں۔ ایک سو آدمیوں سے کوئی اجماعی حکم منقول ہو تو ضروری نہیں کہ سو آدمیوں کے نام ذکر کئے جائیں۔ اگر ایسا ہو تو ایک حکم کے لئے ایک ضخیم کتاب تیار ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ اجماع سکوتی ہے۔ پھر نقل اجماع کے لئے نقل مجتہدین ضروری ہے نہ کہ نقل عوام، اور آں حضرت ﷺ کی وفات کے وقت جو ممتاز سو صحابہ تھے، ان میں مجتہدین بیس سے کچھ زائد نہ تھے۔ مثلاً چاروں خلفاء، حضرت

عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس بن مالک، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور کچھ حضرات اور۔ اُن کے علاوہ باقی حضرات انھیں سے استفتاء کیا کرتے تھے۔ اُن میں سے اکثر حضرات کا موقف ہم نے نقل کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین واقع ہوں گی۔ اُس کے خلاف کسی سے منقول نہیں۔ لہذا حق واضح ہونے بعد اس کو چھوڑنا گمراہی ہے۔ اسی بنیاد پر ہم نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی حاکم نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے ایک واقع ہوگی تو اُس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

☆ ابن قدامہ حنبلی [وفات: ۶۸۲ھ] نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ماننے کے ثبوت پر حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے آثار کا حوالہ ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ ابن قدامہ کے الفاظ یہ ہیں:

وَلَاِنَّهُ قَوْلٌ مِنْ سَمِيْنَا مِنَ الصَّحَابَةِ رَوَاهُ الْاَثَرُمُ وَغَيْرُهُ وَلَمْ يَصَحَّ عِنْدَنَا فِیْ عَصَرِهِمْ خِلَافٌ قَوْلِهِمْ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اِجْمَاعًا۔

ترجمہ: ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے جن صحابہ کے نام ذکر کئے اُن کا یہی قول ہے۔ اثرم وغیرہ نے اس کو نقل کیا ہے، اور اُن صحابہ کے زمانے میں اُن کے قول کے خلاف کسی نے کچھ کہا ہے ہمارے نزدیک یہ صحیح سند سے ثابت نہیں، لہذا یہ اجماع صحابہ ہے۔ (الشرح الکبیر علی متن المقنع ۸-۲۵۸)

ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہیں۔ اہل بیت رسول ﷺ کا موقف

☆ علامہ محمد بن حسین آجری [وفات: ۳۶۰ھ] نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے:

ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں (ایک مجلس میں) دیں تو وہ تین ہیں (الشریعۃ للآجری ۵-۲۲۳ باب ذکر ما جاء فی الرافضۃ وسوء مذہبہم)

☆ مسلمہ بن جعفر حمسی نے کہا کہ میں نے جعفر بن محمد (امام جعفر رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے جہالت کے سبب بیوی کو یک بارگی تین طلاقیں دے ڈالیں تو کیا اس کو سنت طریقہ پر لوٹاتے ہوئے ایک طلاق مانا جائے؟ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ آپ اہل بیت کا یہی موقف ہے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا: مَعَاذَ اللَّهِ مَا هَذَا مِنْ قَوْلِنَا۔ مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فَهُوَ كَمَا قَالَ۔ معاذ اللہ ہم اہل بیت کا یہ قول نہیں۔ جس نے تین طلاقیں دیں تو وہ تین ہی ہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی (۷-۵۵۶ باب من جعل الثلاث واحدة وما ورد فی خلاف ذالک)

اس کے علاوہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے تعلق سے روایت گزری کہ انھوں نے بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین شمار فرمایا۔

اہل بیت کے تعلق سے لوگوں میں یہ غلط بات پھیلا دی گئی تھی کہ اُن کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت گزری کہ لوگوں کی خواہش کے مطابق ایک شیخ نے حضرت علی کے حوالے سے لوگوں کے سامنے یہ روایت بیان کی کہ میں نے حضرت علی سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ جس نے ایک ساتھ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو ایک مانی جائے گی۔ جب شیخ کی گرفت ہوئی اور اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ روایت حضرت علی سے کہاں سنی ہے تو شیخ نے لاجواب ہو کر اپنی کذب بیانی کا اقرار کر لیا اور کہا کہ میں نے لوگوں کی خواہش کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت علی کی جانب غلط بات منسوب کی ہے۔ حضرت علی کا یہی قول ہے کہ جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو وہ تین ہیں۔

ایک مجلس کی تین طلاق پر تابعین کا موقف

جمہور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں کے وقوع پر اجماع ہے۔ چند تابعین کرام کے اسماء ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت سعید بن جبیر:

محدث عبدالرزاق اور سعید بن منصور جو زبانی نے ابوبشر اور جعفر بن ابی وحشیہ سے نقل کیا ہے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہا کہ تجھے ”تین طلاق“ تو وہ شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔ (سنن سعید بن منصور ۳۰۲/۱ باب التعدی فی الطلاق)

(۲) حضرت عطاء بن یسار:

حضرت عطاء بن یسار کی رائے یہ تھی کہ اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو ایک ہی واقع ہوگی جیسا کہ ایک دینے سے ایک واقع ہوتی ہے (اور بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے لیکن اس سے دوبارہ نکاح صحیح ہوتا ہے) ایک بار ایک شخص نے حضرت عطا سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے یہ جواب دیا: اَلثَّلَاثُ وَالْوَاَحِدَةُ لِلْبُكَرِ سَوَاءٌ۔ ایک مجلس کی ایک اور تین طلاقیں باکرہ عورت (غیر مدخولہ) کے لیے برابر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت عطا سے فرمایا: اِنَّمَا اَنْتَ قَاصٌّ وَكُنْتَ بِمُفْتٍ۔ تم قصہ گو ہو، مفتی نہیں ہو۔ ایک طلاق دے تو عورت بائنہ ہوگی اور تین طلاقیں (ایک لفظ سے) دے تو حرام ہو جائے گی، یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔ (معرفة السنن والآثار ۶۵/۱۱ باب طلاق التی لم یدخل بها)

(۳) حضرت مجاہد:

حضرت مجاہد نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے فرمایا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو (۱۰۰) طلاقیں دیں تو آپ نے فرمایا کہ تین طلاقیں کو معتبر مانو اور باقی کو لغو قرار دو۔ (ایضاً)

(۴) حضرت عکرمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ میں گواہ ہوں کہ حضرت ابن عباس کے پاس ایک آدمی آیا جس نے اپنی بیوی کو یوں طلاق دی تھی: تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے، تو انہوں نے اس کو ایک طلاق قرار دیا (کیوں کہ غیر مدخولہ تھی۔ الگ لفظ سے تین طلاقیں دیں تو ایک سے بائنے ہو گئی) اور ایک مرد آیا جس نے اپنی بیوی کو یوں طلاق دی تھی: تو طلاق والی ہے تو طلاق والی ہے تو طلاق والی ہے، تو آپ نے دونوں کے نکاح کو ختم کروادیا (کیوں کہ عورت مدخولہ تھی لہذا تینوں واقع ہو گئیں اور عورت حرام ہو گئی)۔

حدیث مذکور کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل نے فرمایا: یہ فیصلہ عورت کے مختلف احوال کے اعتبار سے تھا۔ جس عورت کے لیے ایک طلاق کا فیصلہ فرمایا تھا وہ غیر مدخولہ تھی، لہذا وہ ایک طلاق سے بائنے ہو گئی اور باقی دو طلاقیں لغو ہو گئیں اور جس عورت کے حق میں تین طلاق کا فیصلہ فرمایا وہ مدخولہ تھی، لہذا تینوں واقع ہو گئیں۔

(معرفۃ السن والآثار ۳۲/۱۱ باب الاختیار فی الطلاق)

(۵) شقیق بن ابی عبد اللہ (وفات: ۱۵۰ھ)

حضرت شقیق بن ابی عبد اللہ کا بھی یہی موقف تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو تی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے والے کو سزا دیتے تھے اور میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۶۰/۲)

(۶) قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق:

حضرت صدیق اکبر کے پوتے حضرت قاسم [وفات: ۱۰۶ھ] سے تکلی بن سعید نے

پوچھا: کیا آدمی اپنی بیوی کو یک بارگی تین طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: مختلف مجلسوں میں تین طلاقیں دے۔ (ایضاً)

فائدہ: اگر ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں یا کوئی طلاق واقع نہ ہوتی تو حضرت قاسم یہ نہ فرماتے کہ الگ الگ مجلسوں میں تین طلاقیں دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں دینا منع ہے لیکن دینے سے واقع ہوں گی۔

(۷) شقیق بن سلمہ:

اکابر تابعین میں سے تھے۔ اُن کی وفات حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں ہوئی ہے۔ اُن کے حوالے سے امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے والے شخص کی پیٹھ پر کوڑے برسایا کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ۳/۵۹)

(۸) حضرت حسن بصری:

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں اور وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ صحابہ کرام ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے والے شخص کو عبرت ناک سزا دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۶۲)

(۹) قاضی شریح:

قاضی شریح بن حارث کو فی اکابر تابعین سے تھے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اور بولا: میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ قاضی شریح نے جواب دیا: تین سے تیری بیوی تجھ سے الگ ہو گئی، باقی طلاقیں اسراف ہیں اور ایسا کرنا گناہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۶۲)

(۱۰) امام جعفر صادق:

مسلمہ بن جعفر الاحمسی کا بیان ہے کہ میں نے جعفر بن محمد سے پوچھا: آپ لوگوں کے

حوالے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے جہالت سے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اسے سنت کی طرف پھیر دیا جائے گا اور ایک طلاق واقع ہوگی؟ امام جعفر صادق نے فرمایا: معاذ اللہ! یہ قول ہم اہل بیت کا نہیں۔ ہمارا یہی قول ہے کہ جس نے بیوی کو تین طلاقیں دیں تو تین واقع ہوں گی (السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/۵۵۵)

انتباہ: امام جعفر صادق اور اہل بیت اطہار کا یہ موقف ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہوں گی، لیکن حیرت ہے شیعوں پر کہ وہ امام جعفر صادق اور اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود ان کے موقف کو نہیں مانتے۔ انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

(۱۱) ابراہیم نخعی: ابراہیم نخعی کے تعلق سے یہ بات منقول ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آدمی یک بارگی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے۔ وہ یہ کہتے تھے: چاہئے کہ ایک طلاق دے پھر عدت گزر جانے دے۔

فائدہ: اگر تین طلاقیں یک بارگی دینے سے واقع نہ ہوتیں تو ابراہیم نخعی اسے ناپسندیدہ کیوں قرار دیتے؟ اگر اس سے ایک طلاق واقع ہو یا سرے سے کوئی طلاق ہی واقع نہ ہو تو اس کے ناپسندیدہ ہونے کا کیا مطلب؟ اس کے ناپسندیدہ اور ظلم ہونے کا مطلب ہی یہی ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے نئیوں واقع ہو جائیں گی۔

شبہات و جوابات

شبہہ (۱) قرآن حکیم سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹ میں ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے، تیسری طلاق کا ذکر قرآن میں نہیں لہذا معلوم ہوا کہ تین طلاق کا ثبوت قرآن سے نہیں۔

جواب: یہ شبہ کوئی آج کی نئی ایجاد نہیں بلکہ بعض افراد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی یہ شبہ پیش آیا تھا اور آپ نے اس کا جواب بھی عنایت فرمایا تھا۔ چنانچہ سنن

الدارقطنی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ“ طلاق دو مرتبہ ہے پھر یہ تیسری طلاق کہاں سے آئی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے: فَاِمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِیْحٍ بِاِحْسَانٍ. دو طلاق کے بعد یا تو بیوی کو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (سنن دارقطنی ۵/ کتاب الطلاق والخلع والایلاء وغیرہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آیت کے مذکورہ ٹکڑے سے تیسری طلاق کا مفہوم مستخرج کرتے تھے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب کوئی اپنے گھر کی کسی عورت یا اپنی بیٹی کا نکاح کرتا تھا تو یہ کہتا تھا ”اُزَوِّجُكَ عَلٰی اِمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِیْحٍ بِاِحْسَانٍ“ میں تم سے اس شرط پر نکاح کر رہا ہوں کہ یا تو بھلائی کے ساتھ روک رکھنا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴/ ۶۳)

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹ ہی سے تیسری طلاق کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ سے دو طلاق کا ثبوت اور تَسْرِیْحٍ بِاِحْسَانٍ (احسان کے ساتھ آزاد کرنے) کی دو شکلیں ہیں، یا تو رجعت نہ کرے بلکہ عدت گزر جانے دے تو عورت بائنہ ہو جائے گی پھر نکاح جدید سے حلال ہوگی یا تیسری طلاق دے اور بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لے۔ معلوم ہوا کہ تَسْرِیْحٍ بِاِحْسَانٍ سے تیسری طلاق کا بھی ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن میں تین طلاق کا ذکر نہیں۔

امام بیہقی نے اس سے متعلق ایک عنوان ہی قائم فرمایا ہے: ”کتاب اللہ میں تین طلاق کا بیان“ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۵۵۶)

شبہ (۲) ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ لہذا اُسے

ختم ہونا چاہئے۔

جواب: اولاً یہ کہنا غلط ہے کہ جس اسلامی حکم کا ذکر قرآن میں نظر نہ آئے اُسے ختم کر دینا چاہیے، کیوں کہ اسلامی احکام کا ماخذ قرآن بھی ہے اور حدیث رسول بھی، اور دونوں کے توسط سے اجماع صحابہ اور قیاس مجتہدین بھی اسلامی احکام و قوانین کے ماخذ و مصدر ہیں۔ لہذا اگر کوئی حکم صراحت کے ساتھ قرآن میں مذکور نہ ہو لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اُسے بیان فرمایا ہو، یا کتاب اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال سے صحابہ نے مستخرج فرمایا ہو، یا ائمہ مجتہدین نے قیاس شرعی کے ذریعہ کسی حکم کا استخراج کیا ہو تو یہ سارے احکام ترتیب وار شریعت اسلامیہ میں داخل ہیں۔ لہذا یہ تصور کے جو حکم قرآن میں مذکور نہ ہو وہ اسلام کا حصہ نہیں خود قرآن کے خلاف ہے۔ کیوں کہ قرآن یہ کہتا ہے: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ (النساء: ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور تم میں سے ”امر“ والوں کی۔

”امر والوں“ سے مراد امیر المؤمنین اور فقہاء مجتہدین ہیں۔ مفسر قرآن صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہم نے اس کی تفسیر یہی بیان کی ہے۔ معتبر کتب تفسیر مثلاً تفسیر بغوی، تفسیر قرطبی، تفسیر درمنثور، تفسیر طبری وغیرہ میں ایسا ہی ہے۔

قرآن کے حکم کے مطابق جو احکام قرآن میں ہیں مسلمانوں کے لیے اُن کو ماننا اور اُن پر عمل کرنا لازم ہے۔ جو احکام احادیث رسول ﷺ سے ثابت ہیں انھیں بھی ماننا اور اُن پر عمل کرنا لازم ہے اور جو احکام اجماع صحابہ اور قیاس مجتہدین امت سے ثابت ہیں انھیں بھی ماننا لازم ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ جو حکم قرآن میں نہیں وہ اسلام کا حصہ نہیں، اُس نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں۔ ایسا شخص اسلام سے کوسوں دور ہے۔ سب سے پہلے اُسے

اسلام کو سمجھنا چاہیے۔ یقین ہے کہ اگر اُس نے غیر جانب داری سے اسلام کا مطالعہ کیا اور اُس کو سمجھا تو اسلام کی حقانیت کو قبول کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

دوسری بات: یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن میں ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا ذکر نہیں۔ قرآن میں بعض اسلامی قوانین واضح انداز میں موجود ہیں اور بعض قوانین جامع اور مختصر انداز میں مذکور ہیں جن کی تفصیل و تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ فرمائی ہے۔ قرآن حکیم پوری دنیائے انسانیت کے لیے ایک مکمل کتاب ہدایت اور کامل ضابطہ حیات ہے جسے مکمل جامعیت کے ساتھ رسول اعظم ﷺ پر نازل کیا گیا ہے جو اُس کے شارح و مبلغ ہیں۔

قرآن حکیم میں طلاق سے متعلق احکام نہایت جامع انداز میں ذکر کیے گئے ہیں۔ قرآن حکیم میں بتدریج وقفے وقفے سے تین طلاقیں دینے کا ذکر ہے۔ حکم یہ ہے کہ دو طلاقیں دے کر بیوی کو نکاح میں لوٹایا جاسکتا ہے لیکن دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دینے سے بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی اور اُس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر کے بعدِ وطی اُس سے مطلقہ یا بیوہ نہ ہو جائے۔

طلاق کے قوانین کو ذکر کرنے کے بعد قرآن میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قوانین اللہ کی حدود ہیں۔ جو ان سے آگے بڑھے گا وہ ظالم ہے۔ جب قرآن نے طلاق کے لیے یہ قانونی حد بندی کر دی ہے کہ بتدریج تین طلاقیں دی جائیں تو اگر کوئی شخص اُس کے خلاف ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے گا تو وہ ظالم ہوگا۔ قرآن حکیم کے فرمان کے مطابق وہ شخص ظالم ہے تو ضرور تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اگر تین دینے سے تین واقع نہ ہوں بلکہ ایک ہی واقع ہو یا کوئی طلاق واقع نہ ہو تو پھر ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے والا ظالم کیوں کر ہوگا؟ اگر تین طلاق سے یک بارگی نکاح ختم نہ ہو اور بیوی حرام نہ ہو تو ایک ساتھ تین طلاقیں دینا ظلم کیوں ہوگا؟ معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے

تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور ایسا کرنے والا شخص قرآنی آیت کے مطابق ظالم ہوگا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک مجلس میں دی جانے والی تین طلاقیں کا ذکر اگرچہ صراحت کے ساتھ قرآن میں نہیں لیکن اجمالاً و اشارۃً اُس کا ذکر موجود ہے، جس کی تفصیل و توضیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں ملتی ہے اور اُس پر صحابہ کا اجماع بھی ہے۔ لہذا یہ کہنا بلاشبہ صحیح ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں بیوی کو حرام کرنے میں مؤثر ہیں۔ یہ حکم قرآن میں ہے اور قرآن نے اس کو ظلم کہا ہے۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے پر قانونی کارروائی کرنا اور اُس پر مناسب سزا مقرر کرنا تو درست ہے لیکن اُسے یکسر رد کر دینا اور غیر مؤثر ٹھہرانا کہ اُس سے بیوی حرام نہ ہو، اسلامی قانون میں مداخلت ہے۔

شبہہ (۳) طلاق کو جب اسلام میں سب سے ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے تو اُسے مباح اور درست کیوں کر کہا جاسکتا ہے؟ کیا کوئی مبعوض و ناپسندیدہ عمل بھی اسلام کا حصہ ہو سکتا ہے؟ (بعض ججوں سے منقول اعتراض)

جواب: اسلام میں مطلقاً طلاق کو ناپسندیدہ نہیں قرار دیا گیا ہے۔ ضرورت و حاجت اور حالات کے لحاظ سے کبھی طلاق دینا مباح و جائز ہوتا ہے، کبھی واجب اور کبھی ناجائز و حرام۔

میاں بیوی میں باہمی الفت و محبت نہ ہو، ازدواجی زندگی ناخوشگوار ہو تو طلاق دینا مباح ہے۔ مرد بیوی کے حقوق کو ادا کرنے سے عاجز رہتا ہو یا بیوی کے قابل نہ ہو یا بیوی بدچلن و نافرمان ہو اور اصلاح کے راستے مسدود ہوں تو طلاق دینا واجب ہے۔ ان صورتوں میں طلاق دینا اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ نہیں، لیکن اسلام نے اُس کے لیے بھی اصول و قانون مقرر کر دیا ہے کہ کوئی ایک مجلس میں تین طلاقیں نہ دے۔ اس طرح سے طلاق دینا اسلام میں ناپسندیدہ ہے، یہ ظلم ہے، لیکن اس ظلم کا اثر میاں بیوی کے رشتہ نکاح پر لازماً ہوگا اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے۔ یوں ہی اگر کسی مرد

نے بے ضرورت ناحق اپنی بیوی کو طلاق دی، اگرچہ ایک یا دو طلاق ہی کیوں نہ ہوں تو یہ عمل بھی اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔ کوئی ایسے ناپسندیدہ عمل کا ارتکاب کرے تو اسلام نے اس کے لیے بھی قانون متعین کیا ہے کہ عدت کے اندر رجوع کر لے تو نکاح ختم نہیں ہوگا اور عدت کے اندر رجوع نہ کرے تو نکاح ختم ہو جائے گا لیکن مرد و عورت باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں وہ طلاق ناپسندیدہ و گناہ ہے جو بے ضرورت یا ظلم و زیادتی سے دی جائے یا جو طلاق شریعت کے بتائے ہوئے طریقے سے نہ دی جائے، مثلاً ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا اگرچہ گناہ و ناپسندیدہ عمل ہے لیکن اسلام نے اس عمل کو اپنے قانونی دائرے سے خارج نہیں رکھا ہے بلکہ اُس کے لیے بھی قانون مقرر کیا ہے کہ اس طرح سے کوئی شخص طلاق دے تو وہ ظالم ہے، اُس کی بیوی نکاح سے فوراً نکل جائے گی اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے۔

یہ کہنا کہ جو عمل گناہ و ناپسندیدہ ہے وہ اسلام کا حصہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اسلامی احکام سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ بلاشبہ گناہ و ناپسندیدہ عمل اللہ و رسول کی ناراضگی کا سبب ہے لیکن وہ اسلام کے متعینہ قوانین کے دائرے میں داخل ہے۔ بے شمار ناجائز و حرام اور گناہ کے اعمال اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ و گناہ ہیں لیکن سب اسلامی قانون کے دائرے میں داخل ہیں۔ اُن میں سے کسی ایک کو اسلام کے متعینہ قانونی دائرے سے خارج کرنے کا حق کسی بندے کو حاصل نہیں۔ مثلاً:

☆ حالت روزہ میں قصداً کھانا پینا حرام و گناہ ہے۔ اسلام کا قانون ہے اُس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔ کیا کسی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ حالت روزہ میں قصداً کھانا پینا گناہ ہے، یہ عمل اللہ کو پسند نہیں لہذا یہ اسلام کا حصہ نہیں، لہذا کوئی شخص روزہ کی حالت میں کھائے پیے تو اُس کے عمل کو کالعدم قرار دیا جائے اور روزہ نہ ٹوٹے اور

کفارہ لازم نہ ہونے کا حکم دیا جائے؟؟

☆ کسی کو گالی دینا اسلام کی نظر میں گناہ و ناپسندیدہ ہے۔ زید نے بکر کو گالی دی، بکر نے زید کے خلاف مقدمہ کیا تو کیا یہی فیصلہ کیا جائے گا کہ تم دونوں مسلمان ہو، اگر اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ چاہتے ہو تو سنو: اسلام میں گالی دینا ظلم و گناہ ہے اور جو چیز گناہ ہے وہ اسلام کا حصہ نہیں، لہذا زید نے بکر کو جو گالی دی ہے وہ کالعدم و غیر مؤثر ہے؟ غور کرنے کا مقام ہے کہ اسلام نے ایک مجلس میں تین طلاق دینے کو ظلم قرار دیا ہے۔ اگر ظلم کا کوئی اثر ہی نہ ہو تو پھر ظلم کیسا؟ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا ظلم ہے تو اس کا اثر نکاح پر ضرور ہوگا۔ اب سوچنا یہ چاہیے کہ اس ظلم کا سد باب کیسے ہو؟ اس کے لیے کون سی سزائیں کی جائیں گی؟ ظالمانہ عمل کی روک تھام کے لیے مناسب تدابیر و قوانین وضع کرنے کے بجائے ظالمانہ عمل کو ہی کالعدم و غیر مؤثر ٹھہرانا نہایت غیر معقول بات ہے اور ظلم کو مزید بڑھاوا دینے کا سبب بھی۔

شبہہ (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رکانہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں، پھر انھیں بہت دکھ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا: تم نے کس طرح طلاق دی ہے؟ رکانہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں نے اُسے تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے پوچھا: ایک مجلس میں؟ رکانہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک طلاق ہے۔ اگر چاہو تو بیوی کو لوٹا لو، تو رکانہ (رضی اللہ عنہ) نے بیوی کو لوٹا لیا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۵۵۵)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک طلاق قرار دیا، اور آپ کے حکم سے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا۔

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت ناقابل حجت ہے۔ پہلی وجہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ کی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا، حالانکہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اس کے خلاف ہوتا تھا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے۔ پھر اصول یہ ہے کہ جب روایت میں کوئی ایسی بات ہو جو خود راوی کے مذہب کے خلاف ہو تو وہ روایت ناقابل حجت ہوتی ہے، لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ جس میں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی تین طلاقوں کو ایک طلاق ماننے کا ذکر ہے وہ ناقابل حجت ہے۔

دوسری وجہ: کوئی واقعہ گھر میں پیش آئے تو اُس کو گھر والے دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔ مثل مشہور ہے ”صَاحِبُ الْبَيْتِ أَدْرَى بِحَالِهِ“ گھر والا گھر کا حال زیادہ جانتا ہے۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی طلاق کے واقعہ کو حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے اور حضرت رکانہ کے پڑپوتے نافع بن عجیر بن عبد یزید نے بھی بیان کیا ہے، لہذا نافع بن عجیر کی روایت راجح ہوگی، کیوں کہ وہ رُکانہ کے گھر والوں کی روایت ہے۔ نافع بن عجیر کی روایت میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو ”طلاق بئہ“ دی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق ”بئہ“ دی ہے اور قسم ہے اللہ کی میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے قسم لی کہ کیا تم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی؟ حضرت رکانہ نے کہا قسم خدا کی، میری نیت ایک طلاق کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو ایک طلاق قرار دیا۔ (سنن ابی داؤد ۲۶۳/۲ باب فی البئہ)

حضرت رکانہ کے پڑپوتے کے بیان کے مطابق حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ انھوں نے ”طلاق بئہ“ دی تھی اور ”طلاق بئہ“ دینے میں اگر تین

طلاق کی نیت نہ ہو تو ایک طلاق بائن ہوگی اور تین کی نیت ہو تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے قسم لے کر دریافت فرمایا کہ کیا تم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت رکانہ کی نیت تین طلاقیں کی ہوتی تو تین واقع ہو جاتیں اور بیوی حرام ہو جاتی۔ لہذا حدیث رکانہ سے بھی معلوم ہوا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں گی۔

رہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کی، جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں تو اس روایت کی سند کے کسی راوی سے تعبیر واقعہ میں خطا واقع ہوئی ہوگی۔ راوی نے یہ سمجھا ہوگا کہ ”طلاق بتہ“ سے مراد تین طلاقیں ہیں۔ چنانچہ راوی نے اپنے فہم کے مطابق یہ بیان کر دیا کہ ”رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک طلاق قرار دیا“ پھر اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کر دیا، حالاں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین مانی جائیں گی۔

حضرت رکانہ کی طلاق کے تعلق سے حضرت نافع بن عجمیر کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مقابلے میں رائج ہے، کیوں کہ نافع بن عجمیر کی روایت رکانہ کے اہل بیت کی روایت ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت خود ان کے فتویٰ اور موقف کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بیہقی نے حضرت رکانہ کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس پر یہ تبصرہ فرمایا ہے: وَهَذَا الْإِسْنَاءُ لَا تَقُومُ بِهِ الْحُجَّةُ مَعَ ثَمَانِيَةِ رَوَاةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فُتِيَاهُ بِخِلَافِ ذَلِكَ وَمَعَ رَوَايَةِ أَوْلَادِ رُكَانَةَ أَنَّ طَلَاقَ رُكَانَةَ كَانَ وَاحِدَةً۔

ترجمہ: اس سند سے حجت قائم کرنا صحیح نہیں۔ کیوں کہ آٹھ افراد نے حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اس کے خلاف نقل کیا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت رکانہ کی اولاد کی روایت میں ہے کہ رکانہ کی طلاق ایک تھی۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ۵۵/۷ حدیث ۱۳۱۹۸)

نیز امام ابوداؤد نے حدیث رکانہ کے تعلق سے یہ تبصرہ کیا ہے: وَحَدِيثُ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَرَدَّهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ لِأَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ وَاهْلَهُ أَعْلَمُ بِهِ أَنَّ رُكَانَةَ إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَجَعَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً.

ترجمہ: نافع بن عُجیر اور عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ کی روایت اپنے والد سے، اپنے دادا کے حوالے سے یہ ہے کہ رکانہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو رُکانہ (رضی اللہ عنہ) کی نیت کے حوالے کر دیا۔ یہ حدیث، حدیث ابن عباس سے زیادہ صحیح ہے، کیوں کہ آدمی کی اولاد اور اُس کے گھر والے اُس کو زیادہ جانتے ہیں اور رُکانہ (رضی اللہ عنہ) کی اولاد کا کہنا ہے کہ رکانہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو ایک طلاق مانا تھا۔ (سنن ابوداؤد ۲۵۹/۲۲ حدیث ۲۱۹۶)

معلوم ہوا کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ طلاق بتہ دی تھی اور اُس سے اُن کی نیت ایک طلاق کی تھی، جس پر انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم بھی کھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طلاق بتہ کو اُن کی نیت کے مطابق ایک طلاق بائن قرار دیا۔ لہذا حدیث رکانہ (رضی اللہ عنہ) سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ کی ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک قرار دیا تھا۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: وَأَمَّا الرِّوَايَةُ الَّتِي رَوَاهَا الْمُخَالِفُونَ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ ثَلَاثًا فَجَعَلَهَا وَاحِدَةً فَرَوَايَةٌ ضَعِيفَةٌ عَنْ قَوْمٍ مَجْهُولِينَ وَإِنَّمَا

الصَّحِيحُ مِنْهَا مَا قَدَّمَ نَاهُ أَنَّهُ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَلَفْظُ الْبَتَّةِ مُحْتَمِلٌ لِلْوَاحِدَةِ وَلِلثَلَاثِ وَلَعَلَّ صَاحِبَ هَذِهِ الرِّوَايَةِ الضَّعِيفَةِ اعْتَقَدَ أَنَّ لَفْظَ الْبَتَّةِ يَقْتَضِي الثَّلَاثَ فَرَوَاهُ بِالْمَعْنَى الَّتِي فِيهِمْ وَغَلَطَ فِي ذَلِكَ۔ (شرح النووی ۱۰-۷۰)

ترجمہ: مخالفین نے جس روایت کے حوالے سے کہا ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور حضور ﷺ نے ایک طلاق کا فیصلہ فرمایا تھا، وہ روایت ضعیف ہے۔ وہ مجہول لوگوں سے منقول ہے۔ صحیح وہ روایت ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا کہ حضرت رکانہ نے طلاق بتہ دی تھی اور لفظ بتہ ایک طلاق کا احتمال رکھتا ہے اور تین کا بھی۔ شاید اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ سمجھا کہ لفظ بتہ سے تین طلاقیں ہی مراد ہوتی ہیں لہذا جو معنی راوی نے سمجھا اُسی کے مطابق روایت کر دی اور روایت غلط ہو گئی۔

شبہہ (۵) صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق مانا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کو تین قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو یک طلاق ماننا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے۔

جواب: یہ سچ ہے کہ صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے لیکن اس سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق مانتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ صحیح مسلم کی مذکورہ روایت کا تعلق ایک خاص صورت سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں زیادہ تر ایسا ہوتا تھا کہ

کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہوئے یہ کہتا تھا: انت طالق انت طالق انت طالق (تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے) اس سے طلاق دینے والی کی نیت ایک طلاق دینے کی ہوتی تھی اور مزید دو بار انت طالق تاکید کہا کرتا تھا۔ انت طالق کہہ کر تین طلاق دینے کی نیت نہیں کی جاتی تھی بلکہ تین طلاق دینی ہوتی تھی تو یوں کہتے تھے انت طالق ثلاثاً (تو تین طلاق والی ہے)۔ لہذا اُس کو ایک طلاق مانا جاتا تھا۔ لیکن کوئی شخص اُس سے تین طلاق دینے کی نیت کرتا تھا تو تین ہی مانی جاتی تھیں۔ یہ حکم نیت ہونے کی صورت میں ہوتا تھا۔ ایک کی نیت ہوتی تو ایک اور تین کی نیت ہوتی تو تین مانی جاتی تھیں۔ لیکن اگر کوئی یہ کہتا کہ میری نیت نہ ایک طلاق کی تاکید تھی اور نہ تین طلاق دینے کی، تو ایسی صورت میں اکثر کالچاظ کرتے ہوئے کہ اکثر لوگ اس سے تین طلاق کی نیت نہیں کرتے تھے بلکہ ایک طلاق کی تاکید کی نیت کرتے تھے، یہ حکم دیا جاتا تھا کہ اس طرح تین مرتبہ طلاق بولنے سے ایک طلاق مانی جائے گی۔ یہ صورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک قائم رہی، پھر اکثر ایسا ہونے لگا کہ لوگ تین بار طلاق کا لفظ بولتے تھے اور اس سے ایک طلاق کی تاکید کا ارادہ نہیں کرتے تھے بلکہ تین طلاق دینے کی نیت سے تین بار طلاق کا لفظ کہتے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اب اکثر کالچاظ کرتے ہوئے یہ حکم لگایا کہ اگر کسی نے اس انداز میں تین بار طلاق کا لفظ بولا اور اس کی نیت نہ ایک طلاق کی تاکید ہے نہ تین طلاق دینے کی، تو ایسی صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف تھا نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے خلاف۔ دور نبوی اور دور صدیق اکبر میں اکثر افراد چوں کہ تین مرتبہ انت طالق کہہ کر ایک طلاق کو مؤکد کرنے کا ارادہ کرتے تھے اس لیے انت طالق تین مرتبہ کہنے میں اگر نہ تاکید مقصود ہوتی تھی نہ تین طلاق کی

نیت، تو اکثر افراد کی نیتوں پر محمول کرتے ہوئے ایسے شخص کے حق میں اُس کو ایک طلاق مانا جاتا تھا، لیکن دور فاروقی میں اکثر افراد تین مرتبہ ”انت طالق“ تین طلاق دینے کے ارادے سے بولنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کے حق میں اس کو تین طلاق مانا جس کی نیت نہ ایک طلاق کی ہوتی نہ تین طلاق کی۔ ایک مخصوص طلاق کے تعلق سے دور نبوی اور دور صدیق اکبر میں اکثر کا لحاظ کرتے ہوئے جو حکم لگایا جاتا تھا دور فاروقی میں اکثر کا لحاظ کرتے ہوئے اُس کے برعکس حکم نافذ کیا گیا کیوں کہ اکثر کا حال اُس کے برعکس ہو گیا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ مذکورہ میں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف کیا نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔ یہ اختلاف دراصل اشخاص کے حال اور عرف کا اختلاف ہے نہ کہ حقیقت میں حکم کا اختلاف۔

علاوہ ازیں جمہور محدثین و فقہانے حدیث طائوس کو ناقابل حجت قرار دیا ہے۔

محدث ابن عبد البر مالکی کا قول ہے: وَرَوَايَةُ طَاوُسٍ وَهَمٌّ وَغَلَطٌ لَمْ يُعْرَجْ عَلَيْهَا أَحَدٌ مِنْ فُقَهَاءِ الْأُمَّصَارِ بِالْحِجَازِ وَالشَّامِ وَالْعِرَاقِ وَالْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ طائوس کی روایت وہم اور غلط ہے، حجاز، شام، عراق، مشرق و مغرب کے فقہاء نے اُس کو ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ (تفسیر القرطبی ۳-۱۲۹)

طائوس اس روایت میں متفرد ہیں۔ حضرت ابن عباس کے دوسرے شاگرد مثلاً سعید بن جبیر، عطاء بن رباح، مجاہد، عمرو بن دینار، مالک بن حارث، محمد بن ایاس، معاویہ بن ابی عیاش، ان تمام حضرات نے حضرت ابن عباس سے طائوس کے خلاف روایت نقل کی ہے، وہ یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مجلس کی تین طلاقیں کو تین مانتے تھے۔ لہذا حضرت ابن عباس کے دوسرے کثیر شاگردوں کے خلاف تنہا طائوس کی روایت شاذ ہونے کی بنا پر ناقابل حجت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بیہقی نے بھی امام احمد کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

قَالَ أَحْمَدُ: هَذَا حَدِيثٌ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ بْنُ الْحَجَّاجِ فِي الصَّحِيحِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَغَيْرِهِ وَتَرَكَهُ الْبُخَارِيُّ فَلَمْ يُخْرِجْهُ وَأَظَنَّهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْخِلَافِ لِسَائِرِ الرِّوَايَاتِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ۔

ترجمہ: امام احمد نے فرمایا: اس حدیث کو مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے ابن جریج وغیرہ کی سند سے، لیکن بخاری نے ترک کر دیا ہے، اُسے نقل نہیں کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اُس کی وجہ یہ ہے کہ طاؤس کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت خود اُن کی اور اُن کے علاوہ (صحابہ) کی تمام روایات کے خلاف ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ۱۱-۳۷)

مصنف عبدالرزاق میں خود طاؤس سے یہ روایت ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو فرماتے تھے: لَوْ اتَّقَيْتَ اللَّهَ جَعَلَ لَكَ مَخْرَجًا۔ اگر ایک ساتھ تین طلاقیں دینے میں تو اللہ سے ڈرتا تو تیرے لئے اللہ کی طرف سے کوئی گنجائش رہتی۔ (مصنف ۶-۳۹۵) یعنی ایک ساتھ تو نے تین طلاقیں دے کر اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ اب تیرے لئے رجعت کی گنجائش نہیں رہی۔

اس سے پتہ چلا کہ طاؤس کی دونوں روایتوں میں تعارض ہے، لہذا دونوں ساقط، تو طاؤس کے سوا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اُن کے جن تلامذہ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے نفاذ کی روایات نقل کی ہیں وہی صحیح و معتبر ہیں۔

کوئی ایک صحیح غیر مؤول حدیث مرفوع ایسی نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں، مثلاً یوں کہا کہ ”میں نے تجھے تین طلاقیں دیں“ یا یوں کہا کہ ”تجھے تین طلاق“ یا مذکورہ بیوی کو ایک مجلس میں الگ الگ لفظ سے تین طلاقیں دی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک طلاق قرار دیا ہو۔ بلکہ صحیح احادیث

مرفوعہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین مانا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف تھا۔
حدیث صحیح مسلم کی جو توجیہ و تشریح راqm نے ذکر کی وہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ یہ تشریح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ امام نووی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيثُ مَعْدُودٌ مِنَ الْآحَادِيثِ الْمُشْكَلَةِ وَالْأَصَحُّ فِي تَأْوِيلِهِ أَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ إِذَا قَالَ لَهَا أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ وَلَمْ يَنْوِ تَاكِيدًا وَلَا اسْتِئْثْنَاءً يُحْكَمُ بِوُقُوعِ طَلْقَةٍ لِقَلَّةِ إِرَادَتِهِمْ إِلَّا اسْتِثْنَاءَ بِذَلِكَ فَحُمِلَ عَلَى الْغَالِبِ الَّذِي هُوَ إِرَادَةُ التَّأْكِيدِ فَلَمَّا كَثُرَ فِي زَمَنِ عُمَرَ وَكَثُرَ اسْتِعْمَالُ النَّاسِ بِهَذِهِ الصِّيَغَةِ وَعَلَبَ إِرَادَةُ الْإِسْتِثْنَاءِ بِهَا حُمِلَتْ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ عَلَى الثَّلَاثِ عَمَلًا بِالْغَالِبِ السَّابِقِ إِلَى الْفَهْمِ مِنْهَا فِي ذَلِكَ الْعَصْرِ۔ (شرح السيوطی ۸۹/۴)

ترجمہ: اس حدیث کا شمار احادیثِ مشککہ میں کیا گیا ہے۔ اس کی تاویل میں سب سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ابتداء میں (دور نبوی اور دور صدیقی میں) معاملہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو انت طالق انت طالق (تو طلاق والی ہے تو طلاق والی ہے تو طلاق والی ہے) کہتا اور لفظ طالق کی تکرار سے نہ ایک طلاق کی تاکید کا قصد ہوتا نہ ہی تین طلاقیں دینے کا ارادہ، تو ایک طلاق کے وقوع کا حکم دیا جاتا تھا۔ کیوں کہ زیادہ تر لوگ اس طرح کی تکرار طلاق سے تاکید کا قصد کرتے تھے، لہذا اکثر کا لحاظ کرتے ہوئے ایسے شخص کی تین طلاقوں کو تاکید پر محمول کرتے ہوئے ایک مانا جاتا تھا، لیکن جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس طرح سے تین بار ”انت طالق“ بول کر زیادہ تر لوگ تین طلاقوں کا ارادہ کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

اکثر کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی مخصوص تین طلاقیں کو تین قرار دیا۔ کیوں کہ ان کے زمانے میں عموماً لوگ بیوی کو ”انت طالق“ تین بار کہتے تھے تو تین طلاق دینے کا ارادہ ہوتا تھا۔ صحیح مسلم کی مذکورہ روایت کا مطلب یہ نہیں کہ دو رسالت اور دو صدیق اکبر میں مطلقاً ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک مانا جاتا تھا، بلکہ وہ ایک خاص قسم کی طلاق تھی۔ ایسی مخصوص طلاق دینے والے شخص کے لیے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوئی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص تین طلاق دینے کی نیت سے تین بار ”تو طلاق والی ہے“ کہتا تھا تو دو رسالت اور دو صدیق اکبر میں بھی تین طلاق کے وقوع کا حکم لگایا جاتا تھا۔ پھر مطلقاً یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا کہ دو رسالت اور دو صدیق اکبر میں ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک مانا جاتا تھا؟

اور اگر اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ دو رسالت اور دو صدیق اکبر میں ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک قرار دیا جاتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو تین طلاق قرار دیا تو سوال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو آپ کے دور کے صحابہ کرام نے قابل قبول قرار دیا تھا یا نہیں؟ یقیناً صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو قابل قبول قرار دیا۔ اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا بلکہ سب نے اتفاق کیا۔ جب صحابہ کرام نے اس کا انکار نہیں کیا تو کسی اور کو کیا حق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو ناقابل قبول قرار دے؟

اسلام کے کتنے ایسے احکام ہیں جو دو رسالت اور دو صدیق اکبر بلکہ دو رسالت کے بعد اجماع صحابہ سے تغیر زمان کی وجہ سے بدل گئے ہیں اور آج تک امت مسلمہ ان پر عامل ہے۔ ☆ دو رسالت اور دو صدیق اکبر میں تراویح کی نماز باجماعت نہیں پڑھی جاتی تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو رائج کیا اور اب تراویح کی

جماعت سنت ہے۔

☆ دورِ نبوی و دورِ صدیق اکبر میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ مسجدوں میں باجماعت نماز ادا کرنے کی اجازت تھی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اُس پر روک لگا دی، کیوں کہ زمانے کے تغیر کے ساتھ لوگوں کی نیتوں اور عمل میں فساد غالب آ رہا تھا اور صحابہ کرام نے حضرت عمر کے اس فیصلے کی بھرپور تائید کی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس فیصلے کی تائید فرماتے ہوئے یہ فرمایا تھا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حالت دیکھتے جو عورتوں میں آج پیدا ہو چکی ہے تو ضرور انھیں مسجدوں میں جانے سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا تھا۔ (صحیح البخاری ۱/۱۷۳)

☆ جمعہ کی پہلی اذان دورِ نبوی، دورِ صدیق اکبر اور دورِ فاروقی میں نہیں تھی، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی کثرتِ تعداد اور اُن کی کاروباری مصروفیات میں مشغولیت کو دیکھتے ہوئے نمازِ جمعہ کے لیے انھیں قبل از وقت مستعد کرنے کی غرض سے پہلی اذان کا اضافہ فرمایا اور صحابہ کرام نے بغیر کسی انکار کے اُسے قبول کیا اور آج تک پوری دنیا کے مسلمان اُس پر عمل کر رہے ہیں۔

اسلام میں اس طرح کے بہت سے احکام ہیں جو دورِ نبوی کے بعد اجماع صحابہ سے ثابت ہیں اور پوری امت مسلمہ انہیں تسلیم کرتی ہے۔ اگر بعد کے کچھ لوگ انہیں ناقابلِ قبول قرار دیں تو جہور امت مسلمہ کے مقابلے میں ان کی بات نامقبول و مردود ہے۔

لہذا حق یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مجتہدین نے تین مانا ہے۔ لہذا اُس سے انکار کی گنجائش نہیں۔

شبہہ (۶) صحیح مسلم کی حدیث جو عویمیر عجلانی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے مروی ہے کہ انہوں نے لعان کے بعد اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو

نافذ فرمایا، اس سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین طلاق ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ نفسِ لعان ہی سے زوجین میں تفریق ہو جاتی ہے اور دونوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت عویمر عجلانی اور ان کی بیوی کے درمیان لعان ہی سے تفریق و جدائی ہو چکی تھی اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کو تین طلاقیں دینے کا حکم نہیں دیا لیکن انہوں نے تین طلاقیں دے دیں تو حضور نے کچھ انکار نہیں فرمایا، کیوں کہ تین طلاقوں سے نہیں بلکہ لعان کی وجہ سے حرمت ثابت ہوئی تھی، لہذا حضور نے اُس سے منع نہیں فرمایا۔ لیکن اُس سے یہ ثابت کرنا کیسے درست ہوگا کہ عمومی طور پر کبھی بھی کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاقیں دے تو نافذ ہوں گی؟ اگر حدیث مذکور سے تین طلاقوں کے نفاذ کا حکم لگایا جائے تو اس سے یہ بات بھی ثابت کرنی چاہیے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا سنت ہے، کیوں کہ یہی حدیث سنن ابوداؤد میں ہے تو اس میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: وَكَانَ مَا صُنِعَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَّةً۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کیا گیا وہ سنت ہے۔ تو کیا یہ کہا جائے گا کہ حضرت عویمر عجلانی کا یہ عمل سنت ہے؟ اگر یہ سنت ہے تو ایک مجلس کی تین طلاقوں کو بدعت کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: نفسِ لعان سے بیوی سے وطی کرنا حرام ہوتا ہے لیکن نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ لعان کے بعد قاضی کی طرف سے تفریق ہونے سے طلاق بائن ہو کر زوجین کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ تفریق قاضی سے قبل نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر قبل تفریق اپنے دعویٰ سے رجوع کر لے اور یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی پر زنا کا جھوٹا الزام لگایا ہے تو شوہر پر حدِ قذف (تہمتِ زنا کی سزا) لگائی جائے گی اور بدستور عورت نکاح میں رہے گی، نکاح جدید کی ضرورت نہ ہوگی۔ حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت عویمر لعان سے فارغ ہوئے تو

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق و جدائی کا حکم نہیں لگایا تھا کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اب اگر میں اپنی بیوی کو نکاح میں روکے رکھوں تو میں اس پر جھوٹی تہمت لگانے والا کہلاؤں گا، لہذا میں نے اُسے تین طلاقیں دیں۔ چوں کہ حکم تفریق سے قبل حضرت عویمیر کی بیوی نکاح سے نہیں نکلی تھی لہذا انھوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نافذ بھی فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نکاح کے باقی رہنے کی صورت میں اگر شوہر بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

رہی یہ بات کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ”جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیا گیا وہ سنت ہے“ اس سے یہ الزام قائم کرنا درست نہیں کہ اگر حضرت عویمیر کی تین طلاقوں کو نافذ مانا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ حضرت عویمیر کی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو سنت قرار دیا جائے، حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں تین طلاق دینے کو گناہ قرار دیا ہے۔ یہ الزام اس لیے صحیح نہیں کہ یہاں پر لفظ سنت کا تعلق حضرت عویمیر کی تین طلاقوں سے نہیں بلکہ ”لعان“ سے ہے۔ تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا اور لعان کا یہ طریقہ جاری ہو گیا۔ اس بات کی تائید حدیث مذکور کے راوی ابن شہاب زہری کے قول سے ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے، ابن شہاب زہری نے فرمایا: فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنِينَ۔ یعنی جب حضرت عویمیر نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام رکھا اور مسئلہ دریافت کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حکم لعان کے بارے میں وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا:

قَدْ نَزَلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَادْهَبْ فَأَتِ بِهَا . ترجمہ: تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو چکا، جا اپنی بیوی کو لا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجین کو لعان

کروایا اور لعان کا طریقہ رائج ہوا۔ ثابت ہوا کہ یہاں پر سنت سے مراد ”سنت لعان“ ہے نہ کہ ”طلاق سنت“، لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا سنت ہو۔

معلوم ہوا کہ حضرت عویر عجلانی سے متعلق حدیث صحیح مسلم سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے نفاذ پر استدلال درست ہے۔

شعبہ (۷) مسلم ممالک مثلاً مصر، شام، سعودیہ عربیہ، قطر اور پاکستان میں تین طلاق اور حلالہ پر پابندی ہے اور اُسے کا عدم قرار دیا گیا ہے، تو ہندوستان میں اس پر قانونی پابندی کیوں نہیں ہو سکتی؟

جواب: یہ ایک دھوکہ ہے۔ راقم کے مطالعہ کے مطابق اسلامی ممالک میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو کا عدم قرار دیا گیا ہے نہ ہی حلالہ کو قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ذیل میں چند اسلامی ممالک کے قانونی دستاویز کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

☆ عرب امارات میں تین طلاق اور حلالہ کی قانونی حیثیت:

قانون طلاق کی دفعہ ۱۰۴، شق ۲ میں ہے:

الطَّلَاقُ الْبَائِنُ يَنْوُنَةُ الْكُبْرَى: لَا تَحِلُّ الْمُطَلَّقَةُ بَعْدَهُ لِمُطَلِّقِهَا إِلَّا بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا مِنْ زَوْجٍ آخَرَ دَخَلَ بِهَا فِعْلًا فِى زَوَاجٍ صَحِيحٍ۔

ترجمہ: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئیں ہوں وہ طلاق دینے والے شوہر کے لیے اُس وقت حلال ہوگی جب کہ عدت گزرنے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کر کے اُس سے ہمبستری کرے اور (بعد طلاق یا وفات) عدت گزارے۔ (الطلاق فی الامارات: المادة ۱۰۴، شق ۲)

☆ الجزائر میں تین طلاق اور حلالہ کا قانون:

لَا يُمْكِنُ أَنْ يَرَجَعَ الرَّجُلُ مَنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مُتَتَابِعَةً إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَتَزَوَّجَ غَيْرَهُ وَطَلَّقَتْ مِنْهُ أَوْ يَمُوتَ عَنْهَا بَعْدَ الْبِنَاءِ۔

ترجمہ: جس عورت کو شوہر نے پے درپے تین طلاقیں دی ہوں تو وہ اُس کے لیے دوبارہ اُسی وقت حلال ہوگی جب کہ دوسرے شوہر سے نکاح ہو اور وطی کے بعد طلاق دے یا اس کی وفات ہو جائے۔ (قانون اسرة: دفعہ ۵۱)

☆ کویت میں قانون طلاق:

کویت کے مجموعہ قانون ”قانون الاحوال الشخصية“ ص ۳۵ دفعہ ۱۰۷ میں ہے:

يَمْلِكُ الزَّوْجُ عَلَى زَوْجَتِهِ ثَلَاثَ طَلَقَاتٍ۔ شوہر بیوی پر تین طلاقوں کا مالک ہے۔

☆ قطر کا قانون طلاق و حلالہ:

قطر کے مجموعہ قانون ”المیزان“ کے صفحہ ۴۱ دفعہ ۱۱۱ میں ہے:

الطَّلَاقُ الْبَائِنُ بَيْنُونَهُ الْكُبْرَى: لَا تَحِلُّ الْمُطَلَّقةُ بَعْدَهُ إِلَّا بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا مِنْ زَوْجٍ آخَرَ دُخُولًا حَقِيقِيًّا يُعْتَدُّ بِهِ شَرْعًا فِي زَوَاجٍ صَحِيحٍ۔

ترجمہ: تین طلاق کے بعد مطلقہ، شوہر کے لیے اُس وقت حلال ہوگی جب کہ بعدِ عدت دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کر کے اس سے ہمبستری کر لے جو شرعاً معتبر ہو۔

☆ مصر اور شام میں قانون طلاق:

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے مصر و شام کے قانون طلاق کی دفعہ ۹۱ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے:

يَمْلِكُ الزَّوْجُ عَلَى زَوْجَتِهِ ثَلَاثَ طَلَقَاتٍ۔ شوہر بیوی کو تین طلاق دینے کا مالک ہے۔ (الفقه الاسلامی وادلتہ ۷/۴۰۶)

حاصل کلام یہ کہ جن اسلامی ممالک کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں تین طلاق اور حلالہ کو کالعدم قرار دیا گیا ہے اور اُس پر قانونی باندی عائد کر دی گئی ہے تو اگر ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں ایسا کیا جاتا ہے تو اُس پر مسلمانوں کو اعتراض کیوں ہے؟ یہ سراسر دھوکہ اور پروپیگنڈہ ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں تین طلاق اور حلالہ کو قانونی حیثیت دے کر برقرار رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اوپر چند مسلم ممالک کے قانونی دستاویزات کی بعض دفعات کو ملاحظہ کیا۔ ہاں چند مسلم ممالک میں قرآن وحدیث وجمہور صحابہ کی رائے کے خلاف آٹھویں صدی ہجری کے شیخ ابن تیمیہ اور ابن القیم کے حامیوں نے ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک قرار دیا ہے لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ (اس اجماعی مسئلے سے انحراف کرنے پر ابن تیمیہ کو سزا بھی دی گئی تھی)

اگرچہ سعودی ارباب حکومت اور علما ابن تیمیہ اور ابن القیم کے حامیوں میں ہیں لیکن ایک مجلس کی تین طلاق کے مسئلے میں بشمول سعودیہ عربیہ تمام اسلامی ممالک کا یہی قانون ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں جس سے بغیر نکاح ثانی اور حلالہ کے عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی کے مطابق ”ریاض“ کے شعبہ افتاء کی ٹیم نے باہمی بحث و تحقیص کے بعد ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک قرار دینے کی بات کو رد کرتے ہوئے تین طلاق کے نظریہ کو اکثر کا نظریہ قرار دے کر اُسے اختیار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یک بارگی تین طلاق دینے سے تین طلاقیں پڑیں گی۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۴۰۶)

سعودی علماء کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہیں

سعودیہ عربیہ کے مفتیوں کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ ”الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیہ“ کے نام سے سعودیہ عربیہ سے شائع ہوا ہے۔ اس کے ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء کے

ایڈیشن جلد ۱، صفحہ ۲۴۰ پر سعودی مفتیوں کا فتویٰ ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے: وَعِنْدَنَا أَنَّ
الْإِمَامَ ابْنَ الْقَيِّمِ وَشَيْخَهُ إِمَامًا حَقَّ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكُتِبَتْهُمْ عِنْدَنَا مِنْ أَعَزِّ الْكُتُبِ
إِلَّا أَنَاغِيرُ مُقْلِدِينَ لَهُمْ فِي كُلِّ مَسْئَلَةٍ فَإِنَّ كُلَّ أَحَدٍ يُؤْخَذُ مِنْهُ قَوْلُهُ وَيُتْرَكُ
إِلَّا نَبِيَّنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعْلُومٌ فِي مُخَالَفَتِنَا لَهُمَا فِي عِدَّةٍ مَسَائِلَ
مِنْهَا طَلَاقُ الثَّلَاثِ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ فِي مَجْلِسٍ فَإِنَّا نَقُولُ بِهِ تَبَعًا لِلْإِثْمَةِ الْأَرْبَعَةِ۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک امام ابن القیم اور اُن کے شیخ (ابن تیمیہ) اہل سنت کے امام بر
حق ہیں اور ان کی کتابیں ہمارے نزدیک بہت اہم ہیں پھر بھی ہم ہر مسئلے میں اُن کی تقلید
نہیں کرتے۔ کیوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر آدمی کا بعض قول مقبول ہے
اور بعض نامقبول ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ ہم نے چند مسائل میں ابن القیم اور اُن کے شیخ
کی مخالفت کی ہے۔ اُن میں سے یک بارگی ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا مسئلہ بھی
ہے۔ چاروں مذہب کے ائمہ کی پیروی کرتے ہوئے ہم انھیں تین مانتے ہیں اجماعی مسائل
سے انحراف کرنے کے باوجود ابن تیمیہ اور اُن کے شاگرد ابن القیم نجدی علماء کے نزدیک
امام اہل سنت کیوں ہیں؟ سر دست اس بحث کو چھوڑتے ہوئے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ اسلامی ممالک کا حوالہ دے کر ایک مجلس کی تین طلاق اور حلالہ کی شرعی حیثیت کو ختم کرنا
سراسر غلط ہے۔ ایسی بات کرنے والے یا تو اسلامی ممالک کے قانون طلاق سے ناواقف
ہیں یا جان بوجھ کر میڈیا کے ذریعہ دھوکہ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے
کہ ناواقف مسلمان اسلام کے قانون طلاق کے مسئلے میں تردد و شک میں مبتلا ہوں اور
لوگوں میں اسلام سے بیزاری کا جذبہ بیدار کیا جائے۔

واضح رہے کہ اسلامی احکام و قوانین کے صحیح ماہرین علماء اسلام و فقہاء دین ہیں اور
اسلامی احکام و قوانین کا ماخذ قرآن و حدیث، اجماع صحابہ اور بالواسطہ قیاس مجتہدین بھی
ہے۔ جو احکام قرآن و حدیث میں منصوص و مصرح ہیں اور جن پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے

انہیں بدلنے یا کالعدم قرار دینے کا حق خود مسلمانوں کو بھی نہیں، لہذا کسی مسلم ملک کے ارباب حکومت نے اگر ایک مجلس کی تین طلاقیں کو قانونی طور پر کالعدم قرار دیا ہے یا انہیں ایک قرار دیا ہے تو بھی قرآن و حدیث و اجماع صحابہ کے مقابلے میں اُن کا یہ قانون، اسلامی قانون کے خلاف ہے، تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے وہ قابل تسلیم ہرگز نہیں۔ کیوں کہ صحیح العقیدہ سچے مسلمان قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے والے ہیں نہ کہ کسی مسلم ملک کے ارباب حکومت پر۔

قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں، اس طرح کی طلاق دینا اگرچہ گناہ ہے لیکن اگر کوئی شخص دے گا تو اُس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی اور بغیر نکاحِ ثانی و حلالہ کے جائز نہ ہوگی، لہذا اُس کے خلاف کسی اسلامی یا غیر اسلامی ملک کے قانون کا حوالہ دے کر اُسے کالعدم یا ایک طلاق ماننا شرعی اعتبار سے غلط ہے۔ کوئی سچا صحیح العقیدہ مسلمان اُسے قبول نہیں کر سکتا۔

شہبہ (۸) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ طاؤس، قتادہ اور جابر بن زید رضی اللہ عنہم کا یہ قول ہے: جب کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دے تو ایک طلاق پڑے گی۔ یہ حضرات تابعین ہیں، حالاں کہ پچھلے صفحات میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کسی تابعی سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک مانا جائے گا۔

جواب: مصنف ابن ابی شیبہ کی مذکورہ روایت اور اس مضمون کی جتنی بھی روایات ہیں اُن کا جو مفہوم مخالفین سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ اُن روایات کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی کو الگ الگ لفظ سے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے، مثلاً یوں کہے: تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے۔ تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دو طلاقیں لغو ہوں گی۔ لیکن اگر کوئی ایک لفظ سے غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دے تو تین پڑیں گی اور مدخولہ عورت کو چاہے ایک لفظ سے تین دے یا الگ الگ لفظ سے، ایک مجلس

میں دے یا مختلف مجالس میں، بہر حال تین ہی پڑیں گی۔
 اس سے قبل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت گزری کہ انھوں نے بیوی کو
 حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی تو حضور ﷺ نے رجعت کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا
 تھا کہ جب عورت ماہواری سے پاک ہو جائے تو جماع سے پہلے چاہو تو ایک طلاق
 دو۔ حضرت ابن عمر نے پوچھا تھا یا رسول اللہ اگر میں اُسے تین طلاقیں دیا ہوتا تو کیا میں
 رجعت کر سکتا تھا؟ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: نہیں پھر تو تمھاری بیوی تم سے جدا ہو جاتی
 اور حلال نہ رہتی۔

اسی طرح تابعین کے عنوان کے تحت ما قبل میں یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ ایک شخص
 نے حضرت عطا (تابعی) سے پوچھا کہ اگر کوئی اپنی باکرہ (غیر مدخولہ) بیوی کو تین طلاقیں
 دے تو کیا حکم ہے؟ عطانے جواب دیا کہ باکرہ کی طلاق ایک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو
 نے ان کی اصلاح فرماتے ہوئے فرمایا: توقصہ گو ہے، مفتی نہیں۔ ایک طلاق سے وہ بائہ
 ہوگی اور تین سے حرام ہو جائے گی۔

حلالہ کیا ہے؟

شوہر بیوی کو تین طلاق سنت کے مطابق دے یا خلاف سنت، ایک ہی لفظ سے تین
 طلاقیں دے یا مدخولہ بیوی کو الگ الگ مجلس میں تین طلاقیں دے تو بیوی نکاح سے نکل
 جائے گی اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے۔ ایسی طلاق دینے کے
 بعد شوہر کو اختیار نہیں رہتا کہ وہ عدت کے اندر بیوی کو لوٹائے یا عدت گزرنے کے بعد
 نکاح جدید کرے۔

قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق تین طلاق کے بعد بیوی کو اختیار ہے چاہے تو کسی
 دوسرے مرد سے نکاح کر کے اُس کے ساتھ زندگی گزارے۔

اگر عورت دوسرے مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کی نیت سے دوسرا نکاح کرے لیکن کسی وجہ سے اُس کے ساتھ بھی نباہ نہ ہو سکے اور عورت پھر شوہر اول کے نکاح میں جانا چاہے تو یہ اُس وقت حلال ہوگا جب کہ شوہر ثانی اُس سے وطی کرنے کے بعد طلاق دے یا اُس کی وفات ہو جائے اور عورت عدت طلاق یا عدت وفات کے بعد شوہر اول سے نکاح کرے۔ اس کو فقہی اصطلاح میں ”تحلیل“ یا حلالہ کہتے ہیں۔ حلالہ کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ سے ہے نیز چاروں فقہی مذاہب میں بھی یہی ہے، لہذا کسی مسلمان کے لیے انکار کی گنجائش نہیں۔ ذیل میں ہم ترتیب وار ہر ایک سے دلائل پیش کرتے ہیں:

حلالہ کا ثبوت قرآن سے

قرآن حکیم سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۰ میں ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔

ترجمہ: پھر اگر (دو طلاق کے بعد) بیوی کو طلاق دے تو اُس کے بعد شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح (وطی) کر لے۔ پھر اگر دوسرا شوہر طلاق دے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ دوبارہ نکاح کریں، اگر دونوں کو گمان ہو کہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم رکھیں گے اور وہ سب (جو طلاق کے احکام بیان کیے گئے) اللہ کی حدیں ہیں، انھیں اُس قوم کے لیے بیان فرماتا ہے جو علم سے آراستہ ہے۔

تنبیہ: آیت کریمہ میں نکاح سے مراد وطی ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ مشہورہ میں اُس کی وضاحت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین کرام نے نکاح کی تفسیر وطی سے کی ہے اور نکاح کا حقیقی معنی وطی ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے: حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا

غَيْرَهَا حَتَّى يَطْأَهَا . یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کرے پھر شوہر وطی کرے۔ دوسرے شوہر کی وطی کے بغیر شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا: فَبَيَّنَ عَلَى لِسَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يُصَيِّبُهَا وَالْأَلَمَ تَحِلَّ لَهُ۔

ترجمہ: اللہ نے اپنے رسول کی زبان سے بیان فرمادیا ہے کہ شوہر ثانی سے وطی کرے ورنہ شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔ (تفسیر الامام الشافعی ۱/۳۶۸)

احادیث سے ثبوت

تیسری طلاق یا یک بارگی تین طلاق دینے کے بعد میاں بیوی کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جاتے ہیں۔ اُس کے بعد عورت کو اختیار ہوتا ہے کہ عدت گزارنے کے بعد اپنی مرضی سے کسی اور مرد سے نکاح کرے اور شوہر ثانی کے ساتھ زندگی گزارے۔ اگر دوسرا نکاح کرنے کے بعد عورت پھر شوہر اول کے نکاح میں جانا چاہے اور شوہر اول اس کو اپنے نکاح میں لانا چاہے تو یہ شرعاً اُسی وقت ممکن ہے جب کہ شوہر ثانی اُس سے وطی کرنے کے بعد طلاق دے یا اُس کا انتقال ہو جائے تو عورت عدت طلاق یا عدت وفات گزار کر شوہر ثانی سے نکاح کر سکتی ہے۔ یہ بات حدیث صحیح مشہور سے ثابت ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور بولیں: یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھے تین طلاق دے دی ہیں۔ اُس کے بعد میں نے عبدالرحمن بن زبیر قرظی سے نکاح کر لیا۔ پھر انھوں نے اشاروں میں ایسی بات کہی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دوبارہ حضرت رفاعہ سے نکاح کرنا چاہتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تو دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے؟ تو اُسی وقت رفاعہ سے نکاح کر سکتی ہے جب کہ عبدالرحمن اور تو دونوں ایک دوسرے سے جماع کی لذت حاصل کر لیں۔ (متفق علیہ)

اجماع صحابہ سے ثبوت

☆ ابوالحسن یحییٰ یمنی شافعی [وفات: ۵۵۸ھ] نے تحریر فرمایا ہے: فَتَبَّتْ نِكَاحُ الثَّانِي بِالْآيَةِ وَتَبَّتْ إِصَابَتُهُ بِالسُّنَّةِ وَهُوَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ لِأَنَّهُ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ وَلَا يُعْرَفُ لَهُمْ مُخَالَفٌ۔

ترجمہ: تین طلاق والی عورت جو شوہر اول سے نکاح کرنا چاہے، اُس کے لیے نکاح ثانی کا ثبوت آیت سے ہے اور اُس سے وطی کرنے کا ثبوت سنت سے ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ کیوں کہ یہ مروی ہے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور اس کے خلاف قول کرنے والا کوئی (صحابی) نہیں۔ (البيان في مذهب الامام الشافعي ۱۰/۲۵۰)

☆ ابوالحسن علی ماوردی شافعی [وفات: ۴۵۰ھ] نے یہ تحریر فرمایا ہے: وَلِأَنَّ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ رُوِيَ ذَلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَعَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ أَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِلأَوَّلِ حَتَّى يُصِيبَهَا الثَّانِي وَقَالَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ حَتَّى تَذُوقِي الْعُسَيْلَةَ وَهِيَ مَاءُهُ وَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الصَّحَابَةِ مُخَالَفَةٌ۔

ترجمہ: شوہر اول سے نکاح کے حلال ہونے کے لیے شوہر ثانی کی وطی شرط ہے، کیوں کہ یہ سنت سے ثابت ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ یہ بات مروی ہے حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت انس رضی اللہ عنہم سے، کہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ شوہر ثانی وطی کر لے۔ حضرت عمر اور حضرت علی نے فرمایا کہ حدیث میں جو ہے کہ عورت مرد کا شہد چکھے اُس سے مراد یہ ہے لذت جماع حاصل کرے۔ صحابہ میں کسی نے اس بات کی مخالفت نہیں کی ہے۔ (الحاوی الکبیر ۱۰/۳۲۷)

حلالہ کے تعلق سے ائمہ مذاہب اربعہ کا موقف

چاروں مذاہب کے ائمہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ عورت تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اگرچہ مذاہب اربعہ کے ائمہ کے مابین حلالہ سے متعلق کچھ جزوی اختلاف ہے لیکن عورت بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی، اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔

امام احمد بن حنبل

ابن قدامہ حنبلی نے یہ لکھا ہے: وَجُمُّهُورُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِلأَوَّلِ حَتَّى يَطَّأَهَا الزَّوْجُ الثَّانِي وَطَيًّا يُوجَدُ فِيهِ الْبَقَاءُ الْخِتَانَيْنِ۔

ترجمہ: جمہور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ تین طلاق والی عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ شوہر ثانی اس سے ایسی وطی کر لے کہ دونوں کا مقام ختنہ ایک دوسرے سے مل جائے۔ (المغنی ۷/۵۶۶)

امام شافعی کا موقف

امام شافعی کی کتاب، الام میں ہے: وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: فَإِذَا تَزَوَّجَتِ الْمُطَلَّقةُ ثَلَاثًا زَوْجًا صَحِيحَ النِّكَاحِ فَاصْطَبَّاهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا فَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا حَلَّ لَزُوجِهَا الْأَوَّلِ ابْتِدَاءً نِكَاحِهَا۔

ترجمہ: امام شافعی نے فرمایا: پھر جب تین طلاق والی عورت دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کرے اور شوہر اُس سے وطی کرے، پھر طلاق دے تو عدت گزرنے کے بعد عورت کا شوہر اول سے نکاح جدید حلال ہوگا۔ (الام: نکاح المطلقۃ ثلاثا ۵/۲۶۴)

امام مالک کا موقف

امام مالک علیہ الرحمہ نے حلالہ کے ثبوت پر حضرت رافعہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے متعلق حدیث کو بطور دلیل ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا: فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِمَنْ بَتَّ طَلَاقَ امْرَأَتِهِ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا حَتَّى تَتَزَوَّجَ زَوْجًا غَيْرَهُ وَيَدْخُلَ بِهَا وَيُمَسَّهَا۔ ترجمہ: حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اُس سے دوبارہ نکاح حلال نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اُس سے وطی کرے۔ (المردوۃ ۲/۲۰۹)

امام ابوحنیفہ کا موقف

فقہ حنفی کی معتبر کتاب مبسوط السرحی میں ہے: وَلَا تَحِلُّ لَهُ بَعْدَ مَا وَقَعَ عَلَيْهَا ثَلَاثُ تَطْلِيقَاتٍ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ يَدْخُلُ بِهَا۔ ترجمہ: اور تین طلاقیں واقع ہونے کے بعد عورت شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اُس سے وطی کرے۔ (مبسوط السرحی ۶/۸)

ثابت ہوا کہ چاروں مذاہب میں تین طلاقیں واقع ہونے کے بعد عورت اُسی وقت شوہر کے لیے حلال ہوگی جب کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور شوہر اُس سے وطی کرنے کے بعد طلاق دے یا اُس کی وفات ہو جائے اور عورت عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کرے۔

حلالہ کے لئے نکاح کرنا

حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا مثلاً اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا کہ شوہر ثانی وطی کرنے کے بعد طلاق دے دے گا تا کہ شوہر اول سے نکاح حلال ہو جائے تو یہ مکروہ تحریمی و گناہ ہے۔۔ حدیث شریف میں ہے کہ حلالہ کرنے والا اور حلالہ کروانے والا دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اسی طرح پیسے لے کر نکاح حلالہ کرنا بھی گھنونا عمل اور سخت گناہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کو جاہلیت کے دور میں تیس مستعار (کرائے کا سائڈ) کہا جاتا تھا۔ یہ ایک شرعی و معاشرتی جرم ہے لہذا ایسا آدی شریعت اور سوسائٹی دونوں کی نگاہ میں مجرم ہے۔

☆ نفسانی خواہش کے لیے یا اجرت لے کر نکاح حلالہ کرنا یا طلاق دینے کی شرط پر شوہر ثانی سے نکاح کرنا گناہ ہے لیکن اگر شوہر ثانی اس طرح سے نکاح کرے تو شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا اور شوہر ثانی کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس طرح سے شرط پر نکاح کرنے والا کنگہ کار مستحق لعنت ہے پھر اگر شوہر ثانی عورت کو بعد جماع طلاق دے تو عورت بعد عدت شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔ یہ امام ابو حنیفہ کا موقف ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نکاح ثانی میں صحت نکاح کے لیے جو شرائط و ارکان لازم ہیں وہ حاصل ہیں۔ عقد نکاح کرنے والے زوجین نکاح کے اہل ہیں۔ صحت نکاح کے لیے محل حلال بھی موجود ہے اور دو گواہوں کی موجودگی میں دونوں نے ایجاب و قبول بھی کیا ہے، لہذا نکاح صحیح ہے اور تحلیل کی شرط یعنی یہ شرط کہ شوہر ثانی وطی کے بعد عورت کو طلاق دے، باطل ہے۔ لیکن نکاح کے ساتھ شرط فاسد ہو تو شرط معتبر نہ ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا، لہذا اگر شوہر ثانی سے نکاح اس شرط پر ہوا کہ وہ بعد وطی طلاق دے گا تو اسے طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح ہوا اگرچہ شرط پر نکاح

کرنے کی بنا پر گناہ گار ہوا، تو بعد طی عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی اور شوہر اول سے نکاح کرنا درست ہوگا۔ فقہ حنفی کی مستند کتاب ہدایہ میں ہے: وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوهٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَعَنَ اللَّهُ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ وَهَذَا هُوَ مُحْمَلُهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَ مَا وَطَّعَهَا حَلَّتْ لِلَا وَلِ يَوْجُودِ الدُّخُولِ فِي نِكَاحٍ صَحِيحٍ - إِذَا النِّكَاحُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ۔

ترجمہ: جب حلالہ کرنے (طی کے بعد طلاق دینے) کی شرط پر نکاح کیا تو نکاح مکروہ ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حلالہ کرنے اور کروانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس حدیث کا وہی مطلب ہے (یعنی بعد طی طلاق دینے کی شرط پر نکاح کرنا) پھر اگر عورت سے طی کرنے کے بعد طلاق دی تو شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی کیوں کہ نکاح صحیح کے ذریعہ طی پائی گئی اور شرط سے نکاح باطل نہیں ہوگا۔ (ہدایہ ۲/۲۵۸ فصل فیما تحل بہ المطلقۃ)

☆ مذہب مالکیہ کے مطابق اس شرط پر شوہر ثانی کا نکاح کرنا کہ بعد طی طلاق دے گا تا کہ شوہر اول کے لیے عورت حلال ہو جائے، شرط کے فاسد ہونے کے ساتھ نکاح بھی فاسد ہو جائے گا، یہی بات المدونہ وغیرہ میں ہے۔ حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر میں ہے: اَعْلَمُ أَنَّهُ إِنْ تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ أَوْ بِغَيْرِ شَرْطٍ لَكِنَّهُ أَقَرَّ بِهِ قَبْلَ الْعُقْدِ فَالْفُسْخُ بِغَيْرِ طَلَاقٍ وَإِنْ أَقَرَّ بِهِ بَعْدَهُ فَالْفُسْخُ بِطَلَاقٍ كَمَا فِي التَّوَضُّعِ۔

ترجمہ: اگر شوہر ثانی نے طی کے بعد طلاق دینے کی شرط پر نکاح کیا یا بغیر شرط کے نکاح کیا لیکن عقد سے پہلے اس کا اقرار کیا تو بغیر طلاق کے نکاح فسخ ہوگا اور اگر عقد کے بعد شرط کا اقرار کیا تو نکاح فسخ ہوگا طلاق کے ذریعہ۔ ایسا ہی توضیح میں ہے۔ (حاشیۃ

اس سے معلوم ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک حلالہ کی شرط پر نکاح کرنے سے نکاح فاسد ہوگا لہذا بعدِ وطی طلاق دینے سے شوہر اول کے لیے عورت حلال نہ ہوگی۔ لیکن اشہب اور نافع کی روایت سے امام مالک کا یہ قول بھی منقول ہے کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ اگر عورت کسی مرد سے حلالہ کی نیت سے نکاح کرے لیکن مرد کو اس کا علم نہ ہو پھر بعد میں عورت بعدِ وطی مرد سے طلاق لے لے تو یہ نکاح صحیح ہے اور اُس سے عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔ (البيان والتحصیل ۴/۳۸۵)

☆ شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اگر عقدِ نکاح کے وقت شرط نہیں لگائی کہ شوہر بعدِ وطی طلاق دے گا لیکن قبل عقد یہ معاہدہ ہو چکا ہو تو اگرچہ یہ معاہدہ مکروہ ہے لیکن عقدِ نکاح صحیح ہوگا اور شوہر ثانی کی طلاق کے بعد عورت شوہر اول کے لیے حلال ہوگی۔ لیکن شرطِ صلب عقد میں ہو یعنی عقدِ نکاح کے وقت شرط ذکر کی جائے تو شرط کے ساتھ نکاح بھی فاسد ہو جائے گا اور یہ نکاح متعہ کی طرح ہوگا۔

چنانچہ امام شافعی کی کتاب الام میں ہے: وَلَوْ كَانَتْ بَيْنَهُمَا مَرَاوَضَةٌ فَوَعَدَا اِنْ نَكَحَهَا اَنْ لَا يُمْسِكَهَا اِلَّا اَيَّامًا اَوْ اِلَّا مُقَامَةً بِالْبَلَدِ اَوْ اِلَّا قَدَرَ مَا يُصِيبُهَا كَانَ ذَلِكَ بَيِّمِينَ اَوْ غَيْرِ بَيِّمِينَ فَسَوَاءٌ وَاَكْرَهُ لَهُ الْمَرَاوَضَةَ عَلَى هَذَا وَنَظَرْتُ اِلَى الْعَقْدِ فَاِنْ كَانَ الْعَقْدُ مُطْلَقًا لَا شَرْطَ فِيهِ فَهُوَ ثَابِتٌ لِاَنَّهُ اِنْعَقَدَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ مَالِ الزَّوْجَيْنِ وَاِنْ اِنْعَقَدَ عَلَى ذَلِكَ الشَّرْطِ فَسَدَ وَكَانَ كَنِكَاحِ الْمُتْعَةِ۔ (الام ۵/۸۵)

ترجمہ: اگر شوہر ثانی اور مطلقہ عورت کے مابین معاہدہ ہو جائے کہ مرد شادی کر کے اس کو اپنے پاس نہیں روکے گا مگر چند دن یا فلاں شہر (جگہ) میں مقیم رہنے تک یا وطی کرنے تک، خواہ یہ قسم کے ساتھ ہو یا بغیر قسم کے تو اس قسم کا معاہدہ مکروہ ہے اور (امام شافعی نے کہا) عقدِ نکاح کے تعلق سے میری رائے یہ ہے کہ اگر عقدِ نکاح میں شرط مذکور نہ ہو تو نکاح

نافذ ہوگا۔ کیوں کہ نکاح زوجین کی باہمی رضامندی اور حقوق کے ساتھ منعقد ہوا، اور اگر شرط پر نکاح منعقد ہو تو نکاح فاسد ہوگا جیسا کہ نکاح متعہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تین طلاق مغلطہ کے بعد عورت بغیر نکاحِ ثانی کے شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔ یہ بات قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور اس پر چاروں مذاہب کے ائمہ کا اتفاق ہے، اگرچہ حلالہ کی کیفیت میں ان کے مابین کچھ جزوی اختلاف ہے۔ لہذا انفسِ حلالہ کے خلاف کسی کا نظریہ مردود و نامقبول ہے۔

حلالہ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

☆ غیروں کی طرف سے یہ غلط فہمی عام کی جاتی ہے کہ حلالہ کا حکم عورت پر ایک قسم کا ظلم ہے۔ اس کے ذریعہ عورت کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ دوسرے مرد سے جنسی تعلق قائم کرے۔ یہ ایک قسم کا جنسی تشدد (Sexual violence) بھی ہے۔

یہ غلط فہمی درحقیقت انصاف پسندی اور باریک بینی کے ساتھ اسلام کے قانون طلاق کا مطالعہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے طلاق دینے کا جو طریقہ بتایا ہے اُس کے مطابق طلاق دینے سے نہ مرد کو نقصان اٹھانا پڑے گا نہ عورت کو۔ مرحلہ وار تین طلاق دینے کا طریقہ اسلام کا پسندیدہ طریقہ ہے۔ مرحلہ وار دو طلاقیں دینے کے بعد تیسری اور آخری طلاق دینے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ میاں بیوی کا نکاح ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اور چاہیں تو دونوں اپنی اپنی پسند کے مطابق دوسرا نکاح کر کے زندگی گزاریں۔ نکاح ٹوٹنے کے بعد مرد وعورت دونوں اپنی ازدواجی زندگی کے معاملے میں آزاد ہیں۔ اسلام نے مرد وعورت میں سے کسی کو اس بات پر مجبور نہیں کیا ہے کہ نکاح کو ختم کرنے کے بعد دوبارہ نکاح کریں۔

اگر مرد نے یک بارگی بیوی کو تین طلاقیں دے کر بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا تو اُس

نے بیوی پر بھی ظلم کیا اور اپنی نادانی سے اپنے اوپر بھی ظلم کیا۔ جہالت اور غصہ سے یک بارگی تین طلاقیں دینے سے بیوی کو تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں تو مرد بھی کم پریشان نہیں ہوتا۔ طلاقیں دینے کے بعد مفتیان اسلام اور علماء دین کے پاس مرد اس لئے مارا مارا پھرتا ہے کہ کہیں سے کوئی گنجائش نکل آئے اور بیوی نکاح سے نہ نکلے۔ انسان کی اسی فطری عادت کو سامنے رکھ کر قرآن حکیم نے مرد کو متنبہ کیا ہے کہ طلاق کے احکام میں اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والا اپنے اوپر ظلم و زیادتی کرنے والا ہے۔

اس سے قبل میں نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ یک بارگی تین طلاقیں واقع کرنے کے معاملے میں ہمیشہ مرد ہی ذمہ دار نہیں ہوتا بلکہ تین طلاقیں دینے کا سبب کبھی عورت بھی ہوتی ہے، لہذا اس ظلم میں عورت بھی شریک ہوتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں کے وقوع میں ظالم مرد ہوتا ہے اور کبھی عورت بھی۔ لیکن اس ظلم سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ اسلام نے یک بارگی تین طلاق دینے کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے لہذا اسلام کا قانون طلاق ہر قسم کے ظلم سے پاک ہے۔ اگر مرد نے عورت کو یک بارگی تین طلاقیں دیں اور عورت بے قصور ہے تو یقیناً یہاں مرد ہی ظالم و گنہگار ہے، اُسے اللہ کے یہاں اس گناہ کا بھی عذاب تو ہوگا ہی، معاشرتی و سماجی اعتبار سے بھی ایسے مرد کو سزا دینے سے شریعت نہیں روکتی۔ شریعت ایسی مطلقہ عورت کو اس بات پر بھی مجبور نہیں کرتی ہے کہ وہ اپنے طلاق دینے والے شوہر کو دوبارہ نکاح کرنے کے لئے کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ اُسے شریعت نے اختیار دیا ہے، چاہے تو ایسے ظالم شوہر سے ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائے اور ضرورت سمجھے تو اپنی پسند سے کسی اور مرد سے نکاح کر کے اپنی زندگی گزارے۔ مطلقہ یا بیوہ عورت سے شادی کرنا اسلام میں معیوب بھی نہیں بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت ہے، لہذا اسلام مسلمانوں کو یہ ترغیب دیتا ہے کہ وہ مطلقہ اور بیوہ عورتوں سے شادی کر کے سماج میں عورتوں کی عزت

بڑھانے کے ساتھ اجرِ آخرت کے بھی مستحق بنیں۔

اگر شوہر کے ظلم کی شکار مطلقہ عورت کسی وجہ سے دوسری شادی نہ کرے اور اس کی اولاد موجود ہو تو اسلام نے اولاد پر فرض کر دیا ہے کہ اپنی ماں کی کفالت کرے بلکہ اسلام نے ماں کو یہ حق دیا ہے کہ اولاد کی مرضی کے بغیر اپنی ضرورت کے لئے اپنی اولاد کے مال میں تصرف کرے اور اولاد کو اُسے روکنے کا حق نہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اگر انہیں جنت کی طلب ہے تو اپنے ماں کی خدمت کر کے انہیں راضی رکھیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

اگر مطلقہ عورت کی اولاد نہ ہو تو اُس کے رشتہ داروں پر یہ لازم کیا گیا ہے کہ وہ اُس کی کفالت کریں۔ مسلم سماج بھی اُس کی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ اُس کے لئے اسلام نے زکاۃ کا بھی ایک منظم قانون مسلمانوں پر لازم کیا ہے۔ زکاۃ کے مال سے ایسی مظلوم عورتوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ اب کوئی انصاف سے بتائے کہ مطلقہ عورتوں پر اسلام کے کس قانون میں ظلم کا کون سا پہلو ہے؟

تین طلاق سے طلاق شدہ عورت کو اسلام نے اس بات پر مجبور نہیں کیا ہے کہ وہ حلالہ کے ذریعہ شوہرِ اول کے لئے حلال ہو، بلکہ اُسے اختیار دیا گیا ہے کہ اگر چاہے تو دوسرا نکاح کر کے دوسرے شوہر کے ساتھ زندگی گزارے، لیکن اگر دوسرے شوہر سے طلاق لے کر پھر اپنے تین طلاق دینے والے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو اسلام نے اُس کے لئے یہ شرط رکھی ہے کہ جب تک شوہرِ ثانی اُس سے وطی نہ کرے وہ شوہرِ اول کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ تین طلاق والی مطلقہ عورت کو جب اسلام نے شوہرِ اول سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ عورت اپنے اختیار و مرضی سے دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرنے کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کرتی ہے تو اُس پر اسلام نے ظلم کہاں کیا؟ جب عورت دوسرے مرد سے اپنی مرضی سے نکاح کر کے اُس سے ہم بستری کرتی ہے تو یہ جنسی تشدد

کیوں ہوگا؟ میاں بیوی کے جنسی ملاپ کو سیکسول انٹرکورس یا جنسی تشدد کہنا جہالت بھی ہے اور بے جا تشدد بھی۔

غیروں کی طرف سے یہ غلط فہمی بھی پھیلانی جاتی ہے کہ تین طلاق والی عورت کے شوہر اول سے دوبارہ نکاح کے لئے یہ جو شرط لگائی گئی ہے کہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کر کے اُس سے وطی بھی کرے، پھر دوسرا شوہر اُسے طلاق دے یا اُس کا انتقال ہو جائے تو بعدِ عدت عورت شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے، یہ شرط غیر معقول اور ایسا عمل غیر اخلاقی ہے، لہذا اسے ختم کر دینا چاہئے۔

یہ غلط فہمی دراصل اس شرط کی حکمت اور اس کے پس منظر سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوئی ہے۔ اسلام کا مقصد طلاق کے ریشو کو کم سے کم کرنا ہے، کیوں کہ طلاق اسلام میں ناپسندیدہ چیز ہے۔ اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے عام حالات میں طلاق کا اختیار مردوں کو دیا گیا ہے، کیوں کہ فطری طور پر زیادہ تر مردوں میں عورتوں کے مقابلے میں قوت برداشت، درگزر کرنے کا مادہ اور صحیح فیصلہ لینے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ عورتوں کو ہر ماہ ناپاکی کے کچھ ایام گزارنے پڑتے ہیں جن میں نفسیاتی طور پر اُن کی طبیعت میں چڑچڑاہٹ رہتا ہے۔ عموماً عورتیں گھر کے کام کاج میں مصروف رہنے، بال بچوں کی دیکھ بھال اور اُن کی پرورش کا بار سنبھالنے کی وجہ سے گھر کے اندر زیادہ تر ذہنی تناؤ میں مبتلا رہتی ہیں، جب کہ مرد گھر سے باہر رہ کر معاشی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے محنت و مشقت کر کے گھر کے اندر داخل ہوتا ہے تو بیوی بچوں سے مل کر اُس کی ساری تکان اور ذہنی تناؤ دور ہو جاتا ہے۔ یہ بات بھی ماہرینِ طبیعیات کے یہاں مسلم ہے کہ عموماً عورتیں مردوں کے مقابلے میں ناقص العقل، کم فہم اور کم علم ہوتی ہیں، اُن میں انتقام کا جذبہ بھی مردوں سے زیادہ ہوتا ہے۔

مرد و عورت کے انہیں طبعی و فطری اوصاف کے تفاوت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام نے عام حالات میں طلاق کا اختیار مردوں کو دیا ہے، کیوں کہ وہ زیادہ تحمل و تدبر اور کامل عقل و فہم والے ہوتے ہیں تو لازمی طور پر طلاق کی باگ ڈور مرد کے ہاتھ میں دینے سے

سماج میں طلاق کی شرح کم سے کم ہوگی۔ یہی اسلام کا مطمح نظر ہے۔ جب مردوں کو طلاق کا اختیار دینے سے تین طلاق کے واقعات %0.3 ہیں تو یہ اختیار عورتوں کو دینے سے یقیناً تین طلاق کی شرح اس سے کہیں زیادہ ہو جاتی۔

یہ بات بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بعض عورتیں عقل و فہم اور تدبیر و تحمل میں بعض مردوں سے بہت آگے ہوتی ہیں، لیکن فطری طور پر زیادہ تر ان اوصاف میں مرد ہی آگے ہوتے ہیں، لہذا مردوں کے فطری اوصاف کا لحاظ کرتے ہوئے طلاق کا اختیار مردوں کو دینا ہی معقول بات ہے۔

بعض مرد ناقص العقل، جذباتی، جلد باز، کم فہم، بیوی کے حقوق ادا کرنے میں لاپرواہ، کاہل اور ظالم و جابر ہوتے ہیں۔ بات بات پر بیوی کو مارنا پیٹنا اور اس پر ظلم کرنا اس کا مشغلہ رہتا ہے، ایسی حالت میں اسلام عورت کو مجبور نہیں کرتا کہ بہر حال ایسے ظالم شوہر کے بندھن میں بندھی رہے اور ظلم سہتی رہے، بلکہ اسے اجازت دیتا ہے کہ قاضی شرع کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے خلع کرا لے یا طلاق حاصل کرے۔

اسلام میں تین طلاق کے بعد شوہر اول کے لئے بیوی کے حلال ہونے کی جو شرط رکھی گئی ہے وہ بھی اسی حکمت پر مبنی ہے کہ تین طلاق کی شرح کم سے کم ہو۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے اسلام میں تین طلاق کی حد بندی کا جو پس منظر ہے اسے سامنے رکھنا ہوگا۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد سے پہلے عرب کا یہ دستور تھا کہ بعض لوگ اپنی بیویوں کو تکلیف دینے کے لئے بار بار طلاق دیتے تھے اور رجوع کر لیتے تھے۔ اس طرح ایک شخص اپنی بیوی کو دسیوں بار طلاق دیتا تھا اور رجوع کر کے عورت کو اپنے بندھن میں باندھ رکھتا تھا۔ اسلام نے اس ظلم کا خاتمہ کیا۔

چنانچہ قرآن حکیم سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ کے ذریعہ یہ قانون سنا دیا گیا کہ صرف دو طلاق کے بعد عورت کو نکاح میں لوٹانے کا حق ہے، تیسری طلاق کے بعد مرد کا یہ حق ختم

ہو جاتا ہے اور عورت مرد کے نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے۔ اس قانون کے آجانے کے بعد لازمی طور پر طلاق کے واقعات میں کمی ہوئی، کیوں کہ اب عام طور سے لوگ اپنی بیویوں کو ایک یا دو طلاق ہی دیتے تھے اور ضرورت سمجھتے تو عدت کے اندر رجوع کر لیتے تھے جس کے سبب زوجین کے درمیان تفریق کی نوبت کم ہی آتی تھی۔ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو بیوی کو تیسری طلاق بھی دیتے تھے جس کی وجہ سے نکاح ختم ہو جاتا تھا اور بعض لوگ ایک ساتھ تین طلاقیں دے کر نکاح کو ختم کر دیتے تھے، اُس کے بعد عورت کو لوٹنا بھی چاہتے تھے یا نکاح جدید کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح سے تین طلاق کے واقعات میں اضافہ کا خطرہ بھی بڑھنے لگا تو اسلام نے تین طلاق کے قانون میں ایک شق کا اضافہ کر دیا کہ بے ضرورت تین طلاق دینا منشاء نکاح کے خلاف ہے، کیوں کہ اُس سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے، اور نکاح باقی رکھنے کی چیز ہے نہ کہ توڑنے کی۔ لہذا تین طلاق دینے کے بعد اگر کوئی اپنی مطلقہ عورت سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو یہ اسی ہو سکتا ہے جب کہ عورت عدت گزارنے کے بعد اپنی مرضی سے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور دوسرا شوہر اُس سے وطی کرے پھر طلاق دے یا اُس کا انتقال ہو جائے تو بعدِ عدت اگر عورت راضی ہو تو شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔

قانون کی اس شق میں بھی اسلام نے مرد و عورت کی فطرت کو ملحوظ رکھا ہے۔ فطری طور پر مرد کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ وہ ایسی عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لائے جس سے کسی دوسرے مرد نے ہم بستری کی ہو، خواہ نکاح صحیح سے کیوں نہ ہو۔ لہذا قانون کی اس حد بندی سے متاثر ہو کر مرد اپنی بیوی کو تین طلاق دینے سے پرہیز کرے گا، جس کے نتیجے میں لازمی طور پر تین طلاق کا گراف نیچے آئے گا۔

دوسری جانب عورت کی غیرت بھی یہ گوارا نہیں کرتی کہ وہ اپنی چادر عصمت کو ایک سے زیادہ مردوں کے سامنے اتارے، چاہے نکاح سے کیوں نہ ہو۔ ایسی کتنی مطلقہ اور بیوہ

عورتیں ہیں جو اسی غیرت کے سبب دوسرا نکاح کئے بغیر باعفت ہو کر زندگی گزار لیتی ہیں۔ جب ایک شادی شدہ عورت کے دماغ میں یہ تصور جمار ہے گا کہ اگر اُس کے شوہر نے غصے میں آ کر اُسے تین طلاقیں دے دیں تو نکاح ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے گا اور دوبارہ نکاح کرنے کے لئے اُسے نکاح ثانی کے مشکل مرحلے سے گزرنا پڑے گا تو یقینی طور پر عورت اپنے شوہر کے حق میں خوش خلق، وفا شعار، نرم خو و شیریں زباں رہنے کی کوشش کرے گی۔ نہ مرد سے طلاق کا مطالبہ کرے گی نہ بدزبانی و بد خلقی کا مظاہرہ کرے اُس کے غصے کی آگ کو بھڑکائے گی۔ اس سے مرد کی طرف سے تین طلاقیں واقع ہونے کا اندیشہ بھی کم ہوگا۔ لہذا تین طلاق کے بعد مطلقہ بیوی کے لئے حلالہ (نکاح ثانی) کی شرط نہایت معقول اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ اگر انصاف سے غور کیا جائے تو سمجھ میں آجائے گا کہ شوہر اول سے نکاح کے حلال ہونے کے لئے حلالہ (نکاح ثانی) کی شرط تین طلاق کے واقعات کو کم کرنے میں بہت بڑا معاون ہے۔

کثرت طلاق پر روک لگانے کی کچھ مؤثر تدابیر

یہ ایک زمینی حقیقت ہے کہ غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں میں مرحلہ وار تین طلاق دینے کے واقعات کم ہیں، اُس کے مقابلے میں ایک مجلس میں تین طلاق دینے کے واقعات زیادہ ہیں۔ حالاں کہ دور صحابہ میں معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج مسلم سماج میں نوجوانوں کو تو چھوڑیے عام طور پر بوڑھوں کو بھی نہیں معلوم کہ طلاق کب دینی چاہئے اور کیسے دینی چاہئے؟ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور دوری کے سبب زیادہ تر مسلمان یہی سمجھتے ہیں کہ بیوی پر طلاق اُسی وقت پڑے گی جب ایک مجلس میں تین بار طلاق کا لفظ بول کر طلاق دی جائے۔ انہیں اس بات کا بالکل علم نہیں کہ ایک بار لفظ طلاق بول کر طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے اور پھر عدت کے اندر بیوی کو لوٹا لینے کی گنجائش بھی باقی

رہتی ہے۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ طلاق دینے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ رجعت کیا ہے؟ طلاق بدعت کیا ہے اور عدت کیا ہے؟ انہیں بس اتنا معلوم ہے کہ مرد تین طلاق کا مالک ہے۔ جب مالک ہے تو مالکانہ تصرف دکھانا ہی چاہئے۔ چنانچہ جب غصہ آیا تین طلاقیں ایک ساتھ برسا دیں۔

اس ظلم و زیادتی کے پیچھے ہم سب ذمہ دار ہیں۔ عوام کو ضروری شرعی مسائل سیکھنے کی فکر نہیں۔ علماء و مشائخ کو زمینی سطح پر ضروری دینی اصلاحی تحریکیں چلانے سے غرض نہیں۔ خطباء پیشہ وارانہ خطابت کو چھوڑ کر اصلاحی خطبات اور موقع محل کے مطابق ضروری دینی مسائل پر مشتمل تقریروں سے دل چسپی نہیں رکھتے۔

طلاق جیسے اہم مسئلے کے تعلق سے عام مسلمانوں میں بیداری لانے کی اب تک کوئی مہم نہیں چلائی گئی، جس کے نتیجے میں آج ہمیں طلاق کے معاملے میں جن حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اُس سے ہر باشعور مسلمان باخبر ہے۔

ضرورت ہے اس بات کی کہ مسئلہ طلاق اور اُس جیسے حساس مسائل میں قوم کی بھرپور رہنمائی کی جائے۔ تقریب نکاح کے موقع پر منعقد ہونے والی محافل میلاد میں رسمی تقریروں سے ہٹ کر نکاح و طلاق کے ضروری مسائل پر مشتمل وعظ ہونا چاہئے۔ نوجوان لڑکے لڑکیوں کو نکاح سے پہلے والدین اس چیز کی تعلیم ضرور دیں کہ ازدواجی زندگی گزارنے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق کیا ہیں؟ کب اور کس طرح طلاق دینے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ پڑھے لکھے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو نکاح و طلاق اور حقوق زوجین سے متعلق مسائل کی کتابیں دی جائیں اور انھیں پڑھنے کی تاکید کی جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے مؤثر طریقے اپنائے جائیں۔ اگر اس طرح سے عوام میں بیداری لائی جائے تو ان شاء اللہ خود بخود طلاق کی شرح مسلم سماج میں کم سے کم ہوتی چلی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مآخذ و مراجع

اسماء کتب	مصنف	وفات	مطبع	سن طباعت
القرآن الکریم شرح النووی علی صحیح مسلم	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ	دار احیاء التراث العربی	۱۳۹۲ھ
احکام القرآن	احمد بن علی ابوبکر الرازی	۳۷۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت	۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء
السنن الکبریٰ	احمد بن حسین بیہقی	۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت	۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۳ء
سنن الدارقطنی المغنی شرح الدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی شمس الحق عظیم آبادی	۳۸۵ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۴ء
تاریخ الاسلام	محمد بن احمد بن قانماز الذہبی	۷۴۸ھ	دار الکتب العربی	۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳ء
اکمال تہذیب الکمال	علاء الدین مغلطائی	۷۶۲ھ	القاروق الحدیثۃ للطباعة والنشر	۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱ء
مشاہیر علماء المصار	ابو حاتم بُستی	۳۴۵ھ	دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزیع المصورۃ	۱۴۱۱ھ، ۱۹۹۱ء
سیر اعلام النبلاء	محمد بن احمد بن قانماز الذہبی	۷۴۸ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء
تجرید الاسماء والکنی	عبید اللہ بن علی ابن ابی خازم	۵۸۰ھ	مرکز النعمان للبحوث، الیمین	۱۴۳۲ھ، ۲۰۱۱ء
تہذیب الکمال	یوسف بن عبد الرحمن مزنی	۷۴۲ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	۱۴۰۰ھ، ۱۹۸۰ء
الجرح والتعذیل	عبد الرحمن بن محمد ابن ابی حاتم	۳۲۷ھ	دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد	۱۲۷۱ھ، ۱۹۵۲ء -
سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید قزوینی ابن ماجہ	۲۷۳ھ	دار احیاء الکتب العربیۃ، فیصل عیسیٰ البابانی الخلیف	
صحیح البخاری	بن اسماعیل البخاری	۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت	۱۴۲۲ھ
سنن ابی داؤد	سلیمان ابن الاشعث	۲۷۵ھ	المکتبۃ العصریۃ بیروت	

- اسنن الصغیر احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ جامعۃ الدراسات الاسلامیہ ۱۴۱۰ھ، ۱۹۸۹ء
کراچی پاکستان
- سنن النسائی احمد بن شعیب نسائی ۳۰۳ھ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء
حلب
- زاد المعاد محمد بن ابوبکر ابن القیم ۷۵۱ھ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء
الجوہر النقی علی بن عثمان ابن الترمکانی ۷۵۰ھ دار الفکر بیروت
- الادب المفرد محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶ھ مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع ۱۴۱۹ھ، ۱۹۸۹ء
الریاض
- صحیح مسلم مسلم ابن الحجاج ۲۶۱ھ دار احیاء التراث العربی بیروت
- سنن سعید بن منصور سعید بن منصور ۲۲۷ھ الدار السلفیۃ الہند ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۲ء
- شرح معانی الآثار احمد بن محمد بن سلامہ ۳۲۱ھ عالم الکتب بیروت ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴ء
- مصنف ابن ابی ابوبکر عبداللہ ابن ابی ۲۳۵ھ مکتبۃ الرشید الریاض ۱۴۰۹ھ
- شعبۃ مصنف عبدالرزاق بن شیبۃ ۲۱۱ھ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۲ھ
- المنقذ شرح المؤطا ہمام ۴۷۴ھ مطبعتہ السعادتہ مصر ۱۳۳۲ھ
- مرقاۃ المفاتیح شرح علی بن محمد القاری ۱۰۱۴ھ دار الفکر بیروت ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲ء
- مشکاۃ المصابیح عبد الرحمن بن محمد بن ۶۸۲ھ دار الکتب العربی للنشر والتوزیع بیروت
- الشرح الكبير علی متن قدامہ محمد بن حسین الآجری ۳۶۰ھ دار الوطن الریاض ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۸ء
- الشریعتہ معرفۃ اسنن والآثار احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ جامعۃ الدراسات الاسلامیہ ۱۴۱۲ھ، ۱۹۱۹ء
- تفسیر بغوی حسین بن مسعودی ۵۱۰ھ دار طیبۃ للنشر والتوزیع ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۷ء
- تفسیر الدر المنثور عبد الرحمن جلال الدین ۹۱۱ھ دار الفکر بیروت السنۃ السیوطی

تفسیر القرطبی	محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱ھ دارالکتب المصریہ	۱۳۸۴ھ، ۱۹۶۴ء
تفسیر الطبري	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰ھ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰ء
شرح السیوطی	عبدالرحمن جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ دار ابن عفان سعودی عربیہ	۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء
الفقہ الاسلامی وادلتہ الدرر السننیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ	وہبہ بن مصطفیٰ الزحلی	دارالفکر سورہ دمشق	۱۴۱۷ھ، ۱۹۱۷ء
تفسیر الامام الشافعی	محمد بن ادريس الشافعی	۲۰۴ھ دارالتد میریۃ المملکتہ السعودیۃ العربیۃ	۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶ء
البيان فی مذهب الامام الشافعی	یحییٰ بن ابی الخیر الیمینی	۵۵۸ھ، دار المنہاج جدۃ	۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء
الحادی الکبیر المغنی	علی بن محمد الماوردی	۴۵۰ھ دارالکتب العلمیۃ بیروت	۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹ء
الأم المدونۃ مبسوط السرخسی	عبداللہ بن احمد ابن قدامہ	۶۲۰ھ مکتبۃ القاہرۃ	۱۳۸۸ھ، ۱۹۶۸ء
الأم المدونۃ مبسوط السرخسی	محمد بن ادريس الشافعی	۲۰۴ھ دارالمعرفۃ بیروت	۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰ء
الأم المدونۃ مبسوط السرخسی	مالک بن انس	۱۷۹ھ دارالکتب العلمیۃ بیروت	۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء
الأم المدونۃ مبسوط السرخسی	محمد بن احمد سرخسی	۴۸۳ھ دارالمعرفۃ بیروت	۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۳ء
الأم المدونۃ مبسوط السرخسی	علی بن ابوبکر الفرغانی	۵۹۳ھ داراحیاء التراث العربی بیروت	
حاشیۃ الصباوی	احمد بن محمد الصاوی	۲۱۴۱ھ دارالمعارف	
البيان والتحصیل	محمد بن احمد ابن رشد	۵۲۰ھ دار الغرب الاسلامی بیروت	۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء

روزنامہ سیاست حیدرآباد ۱۶ اگست ۲۰۱۶ء

(<https://thewire.in/63286/sensus-religion/>)

literacy rate of muslim women in uttarpradesh

سپریم کورٹ جمینٹ کا پی بابت طلاق ثلاثہ مجریہ ۲۴ اگست ۲۰۱۷ء انڈیا ٹوڈے ۴ ستمبر ۲۰۱۷ء سروے رپورٹ مارچ، مئی ۲۰۱۷ء از سینٹر فار ریسرچ اینڈ ڈیٹ این ڈولپمنٹ پالیسی (CRDDP)

مصنف کی کتابیں

- ۱ عقائد اہل سنت (قرآن وحدیث کی روشنی میں) مطبوع
- ۲ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا (احادیث وآثار معتبرہ کی روشنی میں) مطبوع
- ۳ ترک رفع یدین (احادیث وآثار صحیحہ کی روشنی میں) مطبوع
- ۴ فسق یزید (احادیث وآثار معتبرہ کے حوالے سے) مطبوع
- ۵ لقب امام اعظم مطبوع
- ۶ شہادت امام حسن مطبوع
- ۷ فرقہ مرجعہ اور وہابیہ مطبوع
- ۸ تشہد میں انگلی ہلانا؟ مطبوع
- ۹ نماز میں آہستہ آمین کہنا مطبوع
- ۱۰ ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟ مطبوع
- ۱۱ قوالی کا شرعی حکم مطبوع
- ۱۲ کیا تراویح آٹھ رکعت سنت ہے (انگلش) مطبوع
- ۱۳ عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت مطبوع
- ۱۴ فضائل شعبان وشب براءت (احادیث معتبرہ کی روشنی میں) مطبوع
- ۱۵ فضائل ماہ رجب مطبوع
- ۱۶ شب براءت کیسے منائیں مطبوع
- ۱۷ مغفرت کا سامان ماہ رمضان مع رسالہ بیس رکعات تراویح مطبوع
- ۱۸ تذکرہ مولانا سید احمد اشرف مطبوع
- ۱۹ سرکار کلاں بحیثیت مرشد کامل مطبوع
- ۲۰ مکتوبات سرکار کلاں مطبوع
- ۲۱ خطبات سرکار کلاں مطبوع
- ۲۲ معجزہ ردئس (امام جلال الدین سیوطی ویوسف صالحی ترجمہ و تفسیر) مطبوع
- ۲۳ فضائل ذکر و ذکرین (امام جلال الدین سیوطی) ترجمہ مطبوع
- ۲۴ آداب صحبت وزیارت مشائخ (مخدوم اشرف سمنانی) ترجمہ و تفسیر مطبوع
- ۲۵ حجتہ الذکرین (مخدوم اشرف سمنانی) ترجمہ مطبوع
- ۲۶ دم اور تعویذ کی شرعی حیثیت غیر مطبوع